

امام اہل السنۃ والجماعۃ امامنا ابو عبد اللہ الغائب

حضرت علی بن ابی طالب

فضائل مناقب اقوال کرامات خصائل مبارکہ
ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء تکالیف آخری باب
تتبعنا علیاً

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مستوفی قراعتی

مقدمہ تہذیب و تصحیح

میاں ضحوان نصیر

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت علی بن ابی

طالب^{رضی}

کرم الله وجهه

ازلة الخفاء عن خلافة الخلفاء کا آخری باب

تصنیف لطیف

حضرت شالاولی اللہ محدث دہلوی^{رحمہ}

مقدمہ تعلق و تصحیح: ڈاکٹر محمود الحسن عارف

ترجمہ: مولانا اشتیاق احمد

بشکریہ: میاں رضوان نفیس

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حضرت علی بن ابی طالب

فضائل مناقب اقوال کردات فضائل

AF-1361

toobaa-elibray.blogspot.com

کتاب

یام العاشقین، ملک الخطاطین، سید العارفین، برہان الواصلین، تاج المحبوبین
سراج الحبیبین، زبدۃ الکاملین، سند الاصفیاء، السالکین، سید السادات، مجمع
السعادات، عمدۃ الابرار، قدوۃ الاخیار، منبع صفاء، معدن وقار، نیک الاتقیاء، سلطان
الاولیاء، سر حلقہ صوفیان اہل صفا، زین طریقت و لا یتقبل بارگاہ الہی، آفتاب
اہل محبت، قدوۃ اہل مودت، رہبر شریعت، جمال طریقت، مہجر معرفت، حوزین
صفوت، سید زہاد، قائد اتاد، مستغرق ذر بحر اسرار، پیشوا سائے مشعل کبار، مدراج
عصر، رفیع قدر، فرید دہر، مظہر انوار نبوی، پر تو اخلاق نبوی، حامل صفات نبوی

قطب الاقطاب

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہ

کی زندگی پر نوح کے نام کہ

اس کتاب کی اشاعت انجمن کی صحبت، تربیت، محبت، شفقت

اور توجہات عالیہ کا شرد لکھوا ہے۔

خاکپائے شاہ نفیس الحسینی قدس سرہ

احقر رضوان نفیس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

۱۰۰۰

مُحَمَّدٌ
رَسُولُ
اللّٰهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

۱۰۰۰

۳۷	غزوہ بنو قریظہ کے وقت حضرت علیؑ کی خدمات	۱۸
۳۸	غزوہ طخلف حدیبیہ میں حضرت علیؑ کی شرکت اور خدمات	۱۹
۳۹	غزوہ خیبر میں حضرت علیؑ کی بہادری	۲۰
۵۲	غزوہ عمرة القضاء میں	۲۱
۵۳	نصارائے مجران کے ساتھ مباہلہ / حضرت علیؑ کا اعزاز	۲۲
۵۴	فتح مکہ کے موقع پر حضرت علیؑ کی خدمات	۲۳
۵۵	بنو نضیر کی طرف حضرت علیؑ کی روانگی	۲۴
۵۷	غزوہ خستین میں حضرت علیؑ کی ثابت قدمی	۲۵
۵۸	غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی قائم مقامی	۲۶
۵۵	۹ ہجری کے حج میں شریک امیر بنایا جانا	۲۷
۶۱	حضرت خالد بن ولید کی معزولی کے بعد حضرت علیؑ کی یمن کے لیے تقرری	۲۸
۶۳	حضرت علیؑ کی یمن کے قاضی کے طور پر تقرری	۲۹
۶۳	تجدد احوال کے موقع پر حضرت علیؑ کے اعزازات	۳۰
۶۶	وصال نبوی ﷺ کی وقت حضرت علیؑ کی خدمات	۳۱
۶۷	حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کی روایات	۳۲
۶۹	حضرت علیؑ کے فضائل کے حقیقی سواہر امانیہ	۳۳
۶۹	تومیرے لیے ایسے بے بیسے حضرت ہارونؑ کے لیے حضرت موسیٰؑ	۳۴
۷۰	اسے اللہ علیؑ سے محبت کرنے والے سے توجیحت کر	۳۵
۷۰	اسے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں	۳۶
۷۰	غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خوشخبری	۳۷

فہرست

۱۳	لفظ تقدیم	۱
۱۸	یو بکر و عمر، عثمان و علیؑ (نعم)	۲
۱۹	حرف رضوان	۳
۲۲	ابتدائیہ	۴
۲۵	نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرہی رشتہ داری	۵
۲۶	ولادت خانہ کعبہ	۶
۲۶	نبی اکرم ﷺ کی کنالٹ	۷
۲۷	حضرت علیؑ کی اسلام لانے میں سبقت	۸
۳۰	جناب ابوطالب کی تعزیت	۹
۳۱	حضرت علیؑ کی خلافت و نایب کی چشمن گوئی	۱۰
۳۲	حضرت علیؑ کی نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھے پر سواری	۱۱
۳۳	شبہ ہجرت میں نبی اکرم ﷺ کے سز مبارک پر شبہ برسی	۱۲
۳۵	موافقت میں آپ ﷺ کے ساتھ اخوت کا قیام	۱۳
۳۶	جنگ بدر میں حضرت علیؑ کے شہادت کارنامے	۱۴
۳۹	خاتون جنت سے شادی	۱۵
۴۱	غزوہ احد میں بہادری	۱۶
۴۵	غزوہ خندق میں	۱۷

۵۸	حضرت علیؑ اور حضرت قاطرؓ سے نبی اکرم ﷺ کی محبت
۵۹	حضرت علیؑ کو گرمی اور سردی کا احساس نہ ہونے کی وجہ
۶۰	حضرت علیؑ کا خاص اعزاز
۶۱	حضرت علیؑ سے محبت
۶۲	دربار نبوت میں حضرت علیؑ کا انتقام
۶۳	حضرت علیؑ کی صحت کے لیے زہان نبوت سے نکلنے والی ذمعا
۶۴	سرگوشی کرنے کے لیے صدقہ کے حکم کی منسوخی میں حضرت علیؑ کا کردار
۶۵	خانوادہ نبوی ﷺ سے محبت کرنے والے کا انتقام
۶۶	حضرت علیؑ کی شہادت پر حضرت حسن کا طلب
۶۷	انصار کے پاس منافقوں کی پیمان
۶۸	حضرت علیؑ سے نبی اکرم ﷺ کی سرگوشی
۶۹	حضرت علیؑ کے لیے خاص اعزاز
۷۰	حضرت علیؑ سے محبت و ذمعی
۷۱	حضرت علیؑ کی زخمی کے لیے ذمعا
۷۲	حضرت شاولی اللہ کا حضرت علیؑ کے اوصاف پر تبصرہ
۷۳	شجاعت و حمیت و غیرہ
۷۴	وفاداری
۷۵	دیکھیں دینا دشمنوں کو
۷۶	کھردرائین اور شمشیر برہنہ ہونا
۷۷	اپنے دشمن کی تکمیل کرنا

۳۸	حضرت علیؑ کے فضائل میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک طویل روایت
۳۹	حضرت علیؑ کو بڑا اہملا کہنا
۴۰	حضرت علیؑ کے لیے جنت کا محفوظ خزانہ
۴۱	حضرت علیؑ عرب کے سردار
۴۲	باگام نبوت سے حضرت علیؑ کے ساتھ خصوصی معاملہ
۴۳	حضرت علیؑ کا مسجد میں کھنڈے والی دروازہ
۴۴	حضرت علیؑ کا دروازہ
۴۵	حضرت علیؑ کی بی بی
۴۶	منافقوں کی پیمان
۴۷	حضرت علیؑ دل کے تو کھرتے
۴۸	بارگاہ نبوت میں حضرت علیؑ کا انتقام
۴۹	حضرت علیؑ اللہ کے مجاز ہیں
۵۰	حضرت علیؑ سے محبت رکھنے والوں کے لیے بشارت
۵۱	جنت تین افراد کی منتقلی ہے
۵۲	حضرت علیؑ جنت میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوں گے
۵۳	حضرت علیؑ کو سکھائی جانے والی خصوصی ذمعا
۵۴	آنحضرت ﷺ کے دنیا میں سب سے آخری علاقائی
۵۵	جنت میں حضرت علیؑ کا بیٹھنے
۵۶	حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے
۵۷	خانوادہ نبویؑ سے لڑائی اور طعن کی حقیقت

۱۳۸	۹۷	نبی اکرم ﷺ کے علیہ مبارکہ کا بیان
۱۵۰	۹۸	نہ روز صلوات اللہ علیہا (خصوصی دعائیں نماز)
۱۵۲	۹۹	دن اور رات کے نوافل
۱۵۳	۱۰۰	حضرت علیؑ کے فتاویٰ
۱۵۳	۱۰۱	حضرت علیؑ کے توحید و صفات الہیہ کے بارے میں مباحث
۱۵۳	۱۰۲	حضرت علیؑ اور تصوف و احسان
۱۵۳	۱۰۳	حضرت علیؑ بطور مشیر خلفائے سابقین
۱۵۵	۱۰۴	حضرت علیؑ کی خلافت اور خلفائے راشدین کے بارے میں روایات / پیشین گوئیاں
۱۵۵	۱۰۵	خلافت راشدہ کی ترتیب وار پیشین گوئی
۱۵۶	۱۰۶	حضرت علیؑ کی خلافت اور شہادت ہوگی
۱۵۶	۱۰۷	خلفائے راشدین کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ
۱۵۷	۱۰۸	حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر
۱۵۷	۱۰۹	حضرت علیؑ کے سب سے قتل کے باعث اور دنیا میں مشکلات کی خبر
۱۵۸	۱۱۰	خلافت کے امیدواروں میں اختلاف کی خبر
۱۵۹	۱۱۱	خلافت مدینہ میں اور بادشاہی شام میں ہونے کی خبر
۱۵۹	۱۱۲	متعدد حوادث کی خبر
۱۶۰	۱۱۳	جنگ جمل کی خبر
۱۶۱	۱۱۴	سات قتلوں کی خبر
۱۶۱	۱۱۵	واقعہ صفین کی پیشین گوئی

۱۰۳	۷۸	زہد اختیار کرنا اور شہادت لیس کو اختیار جانا
۱۰۵	۷۹	حضرت علیؑ کی پرہیزگاری اور بیت المال کے بارے میں آن کی احتیاط پسندی
۱۰۸	۸۰	عقی پر غصہ کرنا
۱۱۲	۸۱	نبی اکرم ﷺ سے مننے ہوئے علوم کو یاد رکھنا
۱۱۵	۸۲	ذہن کی تیزی اور فضلوں کی برکتیں
۱۲۲	۸۳	حفظ قرآن کے لیے خصوصی عمل اور دعائی تقویٰ
۱۲۷	۸۴	آفتاب کا دوبارہ لوٹ آنا
۱۳۲	۸۵	حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا علم اور ان کے پر حکمت منلوکات
۱۳۵	۸۶	حضرت علیؑ کے وہ کلمات حکمت جن میں سے بہت سے ضرب لاش بن چکے ہیں
۱۳۲	۸۷	حضرت علیؑ کی کرامات
۱۳۲	۸۸	حضرت حسینؑ کی شہادت گاہ کی پیش گوئی
۱۳۳	۸۹	دیوار نہیں گری
۱۳۳	۹۰	ایک اونٹ کی حضرت علیؑ کے زور و عاجزی
۱۳۳	۹۱	حضرت علیؑ کی بددعا کا نتیجہ
۱۳۳	۹۲	آن دیکھے ہاتھوں کے ذریعے آہ کی پسوانی
۱۳۵	۹۳	حضرت علیؑ کی اپنی قتل کے بارے میں پیشین گوئی
۱۳۶	۹۴	ابن ابیہم اور حضرت علیؑ
۱۳۶	۹۵	علوم دین کے احیاء میں ان کا حصہ
۱۳۶	۹۶	جمع و ترتیب قرآن

لفظ تقدیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولہ الکریم سیدنا و مولانا محمد
والدہ واصحابہ اجمعین۔

ساری دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے دنیا میں
امن و آشتی، رشد و ہدایت، بقائے باہمی، بین الملکی تعلقات، عالمگیریت اور آقاقت
کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اور زندگی کا ایک نیا اور وسیع تصور سامنے آیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہونے والے اس عظیم اور جلیل القدر انعام اور اسان کا
تقاضا یہ ہے کہ دنیا ہمیشہ اپنے اس محسن اعظم کا تذکرہ محبت و عقیدت اور "ادب و
احترام" سے کرے اور ان پر ادب و محبت کے ساتھ درود و سلام پیش کرتی رہے۔
یہی سنا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِبُوا يَدَيْهِمْ وَأَنَّ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
(الاحزاب/ ۵۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔

اسے ایمان والو تم بھی ان پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کرو۔"

اسی طرح قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسان عظیم کے بدلے
کے طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ پر غیر مشروط ایمان لایا جائے اور آپ کی ہر بات
اور آپ کے ہر حکم کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۲۱	عکسین کے تفریق کی اطلاع	۱۱۶
۱۲۲	خوارج کے فروغ اور ان سے شدید جنگ کی خبر	۱۱۷
۱۲۸	ایک غارتی کے ذریعے حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر	۱۱۸
۱۲۰	حضرت حسن اور امیر معاویہ کے مابین مصالحت کی پیشین گوئی	۱۱۹
۱۲۰	امیر معاویہ کی ملامت کی خبر	۱۲۰
۱۲۳	قریشی نوجوانوں کی ملامت کی خبر	۱۲۱
۱۲۳	بنو مرہان کے اقتدار کی اطلاع	۱۲۲
۱۲۵	بنو امیہ کے اقتدار کی طوالت کی خبر	۱۲۳
۱۲۵	دو فرقوں کے وجود کی خبر	۱۲۴
۱۲۶	حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت	۱۲۵
۱۲۹	جنگ جمل شریک نگوں کے بارے میں حضرت علیؑ کا موقف	۱۲۶
۱۲۳	امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ	۱۲۷
۱۲۸	حضرت علیؑ کی مدد نہ کرنے والے صحابہ و تابعین کا حکم	۱۲۸
۱۲۹	حضرت علیؑ کی امداد کا وجوب	۱۲۹
۱۲۶	تیسرہ	۱۳۰

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران / ۳۱)

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔“
اسی طرح ہر مسلمان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ سے اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے مال سے بھی زیادہ محبت رکھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَتَرَفَعُونَ كُنُوسًا وَمَهَارِجُهَا وَتَسْكِنُونَ فِيهَا الْمَنَارَ وَالْمَسَاكِينَ وَنَجْمًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ لِيُرَوِّعَ فِيهَا وَأَسْبَابَ الْهَبِّ لِيُفْسِقُنَّ فِيهَا وَنَجْمًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ لِيُضِلَّنَّ فِيهَا وَمَا يَكْفُرُ بِهَا الْكَافِرُونَ إِلَّا الْفِئْتَانِ مِن سِوَى هَذَيْنِ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (التوبة / ۲۴)

”کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماؤ ہو اور تمہاری جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں، تو انہیں بھرا کر کہ اللہ اپنا حکم (حذاب) بھیج دے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“
اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وُلْدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری)

”تم میں کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اُسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہو جاؤں۔“

اسی طرح ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کے خاندان سے بھی حد سے زیادہ محبت رکھی جائے اور ان کی عزت و توقیر کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَا أَتْلُو سُلُوكًا عَلَيْهِ أَحْزَانًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (الشورى / ۲۳)

”کہہ دیجیے کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا، مگر قرابت داری کی محبت (تو چاہیے)۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس اور دوسرے متعدد صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے محبت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

انہی احکام اور انہی وجوہ کی بنا پر ہمیشہ سے ”خاندانہ نبوی“ سے محبت اور ان کا ادب و احترام اکابر امت کا معمول رہا اور تمام صحابہ کرام، تابعین، تابع تابعین اور علمائے امت نے ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے محبت کی اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی۔ اسی بنا پر اس موضوع پر امت کے اکابر کی طرف سے مسلسل کتابوں کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں امام العصر شاہ ولی اللہ بھی شامل ہیں۔

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازلیۃ الخلفاء اور اس کی اہمیت:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہ (۱۱۱۳ھ - ۱۷۷۳ھ / ۱۷۰۳ - ۱۷۶۲ء) کو آخری دور کی اہمات اور قیادت کرنے کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ اسی لیے انہوں نے نہ صرف اپنے زمانے کے مسائل پر لکھا، بلکہ اپنے بعد اٹھنے والے قہقروں اور مسائل کے بارے میں بھی امت کی رہنمائی فرمائی۔ اس حوالے سے ان کی کتاب "ازلیۃ الخلفاء" خلافت الخلفاء "بڑی اہم کتاب ہے۔ اور تمام اکابر امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس جیسی کتاب اس موضوع پر نہ لکھی گئی اور نہ ہی شاید آئندہ لکھی جائے گی۔

شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب کے ذریعے "خلافت راشدہ" کے متعلق اٹھنے والے شکوک و شبہات کا مدلل جواب لکھا ہے اور معترضین کے منہ بند کر دیے ہیں۔

شاہ صاحب محترم نے ازلیۃ الخلفاء کا آخری حصہ (اردو ترجمہ میں جلد چہارم)۔ خلفائے راشدین کے متعلق روایات اور آثار جمع کرنے کے لیے مختص فرمایا ہے۔ دور حاضر کی ضرورت کے مطابق ہم نے اس میں سے آخری حصہ جو حضرت علیؑ بن ابی طالب کے فضائل و مناقب، ان کے کارناموں، ان کی خدمات جلیلہ اور ان کے اقوال، ان کی کرامات اور ان کی خلافت پر وارد ہونے والے اعتراضات و اشکالات کے جوابات وغیر پر مشتمل ہے، الگ کر کے چھاپنے کا فیصلہ کیا ہے۔

شاہ صاحب کی کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ جو بازار میں دستیاب ہے، ضروری تراجم اور تصحیحات کے ساتھ اس میں شامل کیا گیا ہے۔

اس حصے کے مطالعے سے جہاں ایک طرف فاضل مصنف کے تحریر علمی کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں حضرت علیؑ اور ان کے خاندان کے فضائل و مناقب کا بھی علم ہوتا ہے۔ یہ بابرکت سلسلہ سید انور حسین المعروف بہ نفیس رقم قدس سرہ نے شروع کیا تھا۔ ان کے اس بابرکت سلسلے کو جاری رکھنے کا مقصد عصر حاضر میں ائمہ اہل بیت کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور اس بارے میں حقائق کو واضح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور ہماری طرف سے اس کاوش کو قبول کرے۔

اس سلسلے میں برادر عزیز میاں رضوان نفیس اور ان کے رفقاء جو محنت کی، اس پر وہ بے حد شکرے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین... مختص

(ڈاکٹر محمود الحسن عارف)

دارالمعرفان۔ رحمان پارک

نگھن راولی لاہور

بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ

اصحابِ محمدؐ حق کے ولی
یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی
وہ شیخِ حُرَم کے پرولنے
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
اسلام نے جن کو عزت دی
ایمان کی روایت جن سے چلی
ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی
گتہ ہے یہی ترتیبِ بھلی
ان چاروں کی خوشبو پھیلے گی
گر بچے گا یہ نغمہ گلی گلی
یہ لوح و قلم کی نصیبت ہے
لکھ شاہِ نغیسِ بختِ جلی

بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ
بُوبَکْرٌ وَعُمَرُ، عُمَانٌ وَعَلِيٌّ

حرفِ رضوان

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده

قلبِ الاقطاب حضرت سیدِ نقیس الصّیغی شہِ صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں صحابہِ و اہلِ بیت کی محبت و مودت کے پیشوا اور امام تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پاک نے مجھے اس کام میں لگایا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ درد تھا کہ لوگ صحابہ و اہلِ بیت کی محبت کو متوازن اور یکساں رکھ کر اپنی زندگی کو کامیابی کی راہ پر ڈال لیں کیونکہ جو صحابہ کا گستاخ ہے وہ بھی جاہدِ حق سے ہٹا ہوا ہے اور جو اہلِ بیت کا گستاخ ہے وہ بھی حق سے ہٹا ہوا ہے اور اہلِ بیت کو تو دہرا شرف حاصل ہے کہ وہ صحابہ بھی ہیں اور اہلِ بیت بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ۔

”میرے دو ہاتھ ہیں ایک میں صحابہ کرام کا دامن اور دوسرے میں اہلِ بیت کا اور میں خود حضورِ خاتم النبیین ﷺ کا کلام ہوں“

اللہ پاک ہمارے بزرگوں کے طریقہ پر ہمیں زبور رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے (آئین)

رافضیوں کی ضد میں آکر کیونکہ وہ افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں ہم نے اہلِ بیت کو ان کے سپرد کر دیا ہے اور ان سے تفریق یا تعلق کر لی ہے بلکہ اپنی تقریروں اور تحریروں سے ان کی عظمت و شان کو گھٹانے کی ناکام کوششوں میں لگ کر اپنے

بر آہوئے انتظامی و سیاسی امور میں ان کا بنیادی فکر کیا تھا جس میں کوئی چلک یا سمجھوتہ قبول کرنے کے لئے وہ تیار نہیں تھے یہ وہ پہلو ہیں جن کو پیش نظر رکھے اور ان کا تجزیہ کے بغیر ان کی سیرت کا مطالعہ ناقص اور غلط فہمیوں اور کوتاہ اندیشیوں بلکہ ناانصافی کا موجب ہو گا۔“ (المرتعنی)

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ حضرت شاہ صاحب کے بہت ہی محبوب اور ہم دم درینہ جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف مدظلہ نے اپنی گونا گوں علمی مصروفیات کے باوجود کمال شفقت فرمائی اور تسہیل، حواشی، پیرا گراف اور عنوانات سے اس کتاب کو مزین فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔

کتاب کی کمیونٹک ٹیپ خواجہ صاحب نے کی، ہماری سرپرستی اور مشاورت حضرت مولانا عبدالحفیظ دامت برکاتہم، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد عابد، محمد عرفان شجاع، مفتی علی رضا جعفری، سید مہر حسین بخاری، محسن خواجہ، چوہدری منصور صادق، میاں سعید، میاں نعیم صاحبان نے فرمائی اللہ پاک تمام اصحاب کو اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور روزِ محشر ہمیں صحابہ کرام اہل بیت عظام اور بزرگوں کے ساتھ محشور اور حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

خاکپائے شاہ نعیم المصینی قدس سرہ

احقر رضوان نعیم

سمیت اپنے معتقدین کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی راہ پر ڈال دیا اللہ پاک ہم سب کو افراتواہ تفریط کے اس وبال سے محفوظ رکھے (آمین)۔

ہمارے یہاں حضرات اہل بیت کرام خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معاملہ میں کام کی بڑی کمی ہے اس کی مناسبت سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ”المرتعنی“ سے ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

”وہ مظلوم شخصیات جن کے حقوق نہ صرف یہ کہ ادا نہیں ہوئے بلکہ ان کے حق میں شدید بے انصافی روار کھی گئی حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کی بلند و محبوب شخصیت بھی ان میں سے ایک ہے۔ مخصوص حالات خاص قسم کے عقائد اور چند نفسیاتی اسباب کی بنا پر ان کی سیرت پر بہت گہرے اور دیر پردے پڑ گئے ہیں اور باب بحث و تحقیق تو الگ رہے خود وہ لوگ جو ان کی عظمت کے گن گاتے ہیں اور ان کے نام پر اپنے عقائد کی عمارت تعمیر کئے ہوئے ہیں انھوں نے بھی اکثر اوقات ان کی سیرت کا مطالعہ معروضی و تحقیقی انداز میں نہیں کیا اور پورے ماحول اور ان کے عہد کے تقاضوں اور دشواریوں کو سامنے رکھ کر امانت و غیر جانب داری کے ساتھ پیش نہیں کیا وہ معاشرہ جس میں وہ پیدا ہوئے اور پروان چڑھے اس کا تجزیہ نہیں کیا گیا ضرورت تھی کہ دیکھا جاتا کہ وہ کیا اصول تھے جن کے وہ سختی سے پابند رہے وہ کیا اقدار تھے جن کو وہ تازہ نگی حرز جان بنائے رہے جو مشکلات سامنے آئیں ان کا کس اصول پسندی اور دینی و اخلاقی معیار بلند سے مقابلہ کیا اور ان سے عہدہ

ابتدائیہ

کتاب کے شروع کرنے سے پہلے ہم ابتدائیہ کے طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی عمادی رحمہ اللہ کی کتاب "المرئضی" سے کچھ اقتباس پیش قارئین کرتے ہیں۔ اس مضمون کو اگر تعصب کا چشمہ اتار کر صدق نیت سے پڑھا جائے تو امید ہے کہ اللہ پاک اس کی برکت سے ہماری کاہنہ رافضیت، ناصبیت اور خارجیت وغیرہ کے فتنوں سے پاک کر کے "سینہ بے کینہ" بنا دے گا جو اصل مقصود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد شاید ہی کسی عظیم تاریخی شخصیت کی ایسی تصویر کھینچی گئی ہوگی جو احساسات، حالات، رجحانات و تصورات اور انسان کے فطری ذوق و وجدان کی عکاس ہو جیسی کہ ضرار بن ضرہ (حضرت علیؑ کے ایک رفیق) نے حضرت علیؑ کے متعلق اپنے مشاہدات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہؓ فرمائش پر اور ان کی مجلس میں اور ان کے سامنے انھوں نے جو کہا اس میں جہاں محبت و احترام کی جھلک ہے وہیں شہادت کی وہ صداقت بھی نمایاں ہے جو صرف اللہ ہی کے لیے مروج کی غیر موجودگی میں دی جاتی ہے وقت و ماحول کی نزاکت اور کھل احساس ذمہ داری اور جرأت کے ساتھ بیان کیے ہوئے یہ پہلے ایک بہترین ابدی مرقع بن گئے ہیں۔

"ابوصالح سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ضرار بن ضرہ سے کہا کہ بتاؤ علی (رضی اللہ عنہ) کیسے تھے؟ ضرار نے کہا اگر آپ مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہوگا انھوں نے کہا بیان کرو، کہنے

گئے، کیا آپ مجھے اس خدمت سے معاف نہیں کریں گے؟ کہا نہیں تمہیں، کہا ہوا گا، اس پر وہ بولے اچھا تو سنیے!

"ان کی نظر انتہائی دور رس تھی ان کے کوئی انتہائی مضبوط تھے بات و دو ٹوک اور صاف صاف کہتے اور فیصلے پورے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، ان کی شخصیت سے علم کے چشمے اگلنے تھے دنیا اور دنیا کی دل آویزیوں سے متوحش رہتے رات اور اس کی تاریکی سے دل لگاتے تھے خدا گواہ ہے کہ (راتوں کو مہارت میں) ان کے آنسو تھمتے نہ تھے دیر در تک فکر مند اور سوچتے رہتے اپنے کف دست کو اٹلتے پھینکتے اور اپنے آپ سے باتیں کرتے مونا جھوٹا پھینتے رو دکھا سو کھا کھاتے بخدا بالکل اپنے ہی ساتھیوں اور بے تکلف لوگوں کی طرح رہتے جب پوچھا جاتا تو جواب دیتے جب ان کے پاس جاتے تو خود بڑھ کر بات شروع کر دیتے جب بلائے تو حسب وعدہ آجاتے، لیکن ہم لوگوں کو (باوجود اس قربت و رفاقت اور ان کی سادگی کے ان کا رعب ایسا تھا کہ ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی گفتگو چھیڑتے، اگر وہ مسکراتے تو ان کے وعدہ ان ایسے نظر آتے جیسے سفید موتیوں کی لڑی ہو دینداروں کی توقیر کرتے مساکین سے محبت کرتے کسی طاقتور انسان کی یہ جرأت نہ تھی کہ ان سے باطل کی تائید میں توقع رکھتا اور کوئی کمزور ان کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا۔

اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے تارے ڈوبنے لگے ہیں اور علیؑ

عمراب مسجد میں اپنی ڈاڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے فحش کی طرح رو رہے ہیں اور اس طرح تڑپ رہے ہیں، جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو، مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں:

”اے دنیا! کیا تو مجھ سے پیچھے پھرتا کر رہی ہے؟ یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ! میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے! میں تو تجھے طلاقیں دے چکا ہوں، جس کے بعد تیری طرف رجوع کی گنجائش نہیں تیری عمر کو تادہ تیری ذی ہوئی کامرانی حقیر تیرے خطرات بھیا تک اور بڑے، آہ لڑنا راہ کتنا کم ہے سحر کتنا طویل ہے، اور راستہ کس درجہ سنسان ہے“

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت معاویہؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کے قطرے ان کی ڈاڑھی پر گرنے لگے، اپنی آستین سے وہ آنسو پونچھتے اور رونے سے آواز حلق میں گھسنے لگی، پھر حضرت معاویہؓ نے کہا: اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے، واقعی ان کا یہی حال تھا، ضرار اتم اپنا حال کہو، ان کی جدائی سے کیا محسوس کرتے ہو؟ کہا مجھے ایسا غم ہے جیسا اس عورت کو ہو گا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو، اور نہ اس کے آنسو تھمتے ہوں، نہ غم ہلکا ہو تا ہو۔

امیر المؤمنین، بہادروں کے امام

اللہ تعالیٰ کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علیؑ امام الا شیعین اسد اللہ الغالب کے فضائل و مناقب بکثرت ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرمی رشتہ داری:

اُن میں ایک یہ ہے کہ آپؑ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرمی رشتہ داری رکھتے اور شرافتِ نسب میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ ابو طالب بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ اسد بن ہاشم کی بیٹی فاطمہ تھیں۔ ابو عمر نے کہا کہ یہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن کے بطن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔ تو حضرت علیؑ اور ان کے بھائی وہ پہلی جماعت ہیں جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں [اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے والدین دونوں ہاشمی تھے، ہاشم نبی اکرم ﷺ کے جد امجد کا نام مبارک ہے، جو جناب عبدالمطلب کے والد اور بڑی معروف شخصیت کے مالک تھے، مشہور روایت کی رو سے قریش مکہ کے لیے انہوں نے ہی موسم گرما اور موسم سرما کے دو سفروں کی اجازت حاصل کی تھی] اور اُن کے بعد حضراتِ شہین رضی اللہ عنہما اور اُن کے بعد امام محمد باقر اور عبد اللہ محض اور اُن کے بھائی بنی ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھے۔ اور جناب رسالت مآب ﷺ فاطمہ بنت اسد کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میری حقیقی ماں کے بعد جس نے مجھے جنم دیا، وہ میری ماں تھیں۔ ابو طالب کاروبار کرتے تھے اور اُن کے یہاں کھانا عورت کے طور پر ہوتا تھا، وہ ہم سب کو اپنے

ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ ان بی بی کا یہ معمول تھا کہ اس میں سے کچھ بچالیا کرتی تھیں تاکہ اس میں سے میں دوبارہ کچھ کھا سکوں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے۔

۲- ولادتِ خاندانِ لعیبہ:

حضرت علیؑ کے مناقب میں سے جو ان کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوئے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خاندانِ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ حاکم نے حکیم بن حزام کے حالات زندگی میں جو یہ لکھا ہے کہ اُن (حکیم) کے بارے میں مصعب کا یہ قول کہ کعبہ میں ان (حکیم) سے پہلے کوئی اور پیدا ہوا اور نہ اس کے بعد ہوا جو کہ اس پر نص (صراحت) ہے۔ اُسے مصعب کا وہم کہا گیا ہے جو حربِ انجیر (ولادہ) میں ہے۔ بلاشبہ متواتر روایات میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو جو کعبہ میں جنم دیا۔

سو نبی اکرم ﷺ کی کفالت:

اللہ عزوجل و عیال کی عیانت کم سنی ہی کے دور میں حضرت علیؑ کے شامل حال ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کی کفالت کو اپنے ذمہ لے لیا اور اسی بنا پر حضرت علیؑ کا اسلام لانا اور نبی اقدس ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنا زمانہ بلوغ سے پہلے ممکن ہوا۔

۳- حضرت علیؑ کی اسلام لانے میں سبقت:

صحابہ اور تابعین کا قول کہ بعد حضرت خدیج رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے پہلے مسلمان وہی ہیں۔ اس بارے میں ایک فصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گذر چکی ہے۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی بنیح نے روایت کی ہے: انہوں نے مجاہد بن جبریل الحانج سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک یہ نعمت ہوئی جو اللہ نے اُن کے حصہ میں رکھی تھی اور اس ذریعہ سے اُن کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تھا کہ قریش مکہ پر ایک شدید خشک سالی کا زمانہ آیا اور ابو طالب زیادہ اولاد رکھتے تھے۔ اس پر رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؑ سے کہا اور وہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ دولت اور وسعت رکھتے تھے، کہ اے عباس آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں پر جو یہ خشک سالی کی آوازیں آ رہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں لہذا آئیے ہم اُن کے پاس چلیں اور اُن سے کنبہ کا کنبہ بوجھ بٹکا کریں۔ اُن کے گھر سے ایک آدمی کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے لیں اور ہم ان کی طرف سے اُن کو خرچ خود برداشت کریں اس پر حضرت عباسؑ نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ آپ دونوں ابو طالب سے جا کر ملے اور اُن سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے اُوپر سے آپ کے کنبہ کے خرچ کا بوجھ بٹکا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس خشکی کو دور کر دے جس میں کہ وہ مبتلا ہیں۔ تو ان دونوں سے ابو طالب نے کہا کہ بہتر، گھر تم میرے پاس عقل کو چھوڑ دو۔

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ تم عقل اور طالب کو چھوڑو اور اسکے بعد جو چاہو کرو اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو لے لیا اور ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباسؑ نے حضرت جعفرؑ کو لیکر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا تو حضرت علیؑ نے آپ ﷺ کا اتباع کیا اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور حضرت جعفرؑ حضرت عباسؑ کے پاس رہتے تھے تا آنکہ ایمان لائے اور حضرت عباسؑ سے مستفی ہوئے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم نے بیان کیا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں سے کسی کی طرف نکل جاتے اور ان کے ساتھ حضرت علیؑ بن ابی طالب بھی اپنے باپ ابو طالب سے اور اپنے تمام چچاؤں سے اور پوری قوم سے چھپ کر نکلتے تھے اور وہاں دونوں نماز پڑھتے تھے۔ پھر جب شام ہو جاتی تو دونوں واپس آ جاتے تھے، تو یہ دونوں جب تک اللہ نے چاہا کہ آپ اس حال پر رہیں ہی یں کرتے رہے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ ابو طالب نے دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یہ کونسا دین ہے جس پر تم عمل کر رہے ہو؟ تو آپ ﷺ نے کہا اسے چچا یہ اللہ کا، اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں اور ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم کا دین ہے "یا حبیبہ! کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دین کے ساتھ رسول بنا کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے اور آپ اسے چچا ہر اس شخص سے جس

کا میں بھلا چاہتا ہوں خیر اور اس کو ہدایت کی طرف بلا تا ہوں اس (بھلائی) کے زیادہ حق دار ہیں، اور جس نے بھی میری دعوت کو قبول کیا اور میری امانت کی آپ پر اس کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔ اس پر ابو طالب نے کہا کہ اسے سنیجے! میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ باپ دادا کے دین کو اور جس طریقہ پر وہ تھے اس کو چھوڑ دوں لیکن خدا کی قسم میں کسی چیز کو جس سے تجھے تکلیف محسوس ہوتی ہو تجھ تک نہیں آنے دوں گا جب تک زندہ ہوں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب نے حضرت علیؑ سے کہا کہ میرے بیٹے تو کس دین پر ہے انہوں نے کہا کہ ابا جان میں تو اللہ کے رسول ﷺ پر اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر ایمان لا چکا ہوں اور میں آپ کی تصدیق کر چکا ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ مل کر اللہ کے لیے نماز پڑھی اور ان کا اتباع کیا ہے، لوگوں نے گمان کیا ہے کہ ابو طالب نے یہ کہا کہ خیر دار محمد ﷺ نے تجھے خیر خواہی کی دعوت دی ہے لہذا تو آپ کے ساتھ ساتھ رہو۔

اور احمد ابن حنبل نے حیاتہ العزقی سے روایت کی، کہا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ ایک دن منبر پر بیٹھ رہے تھے۔ میں نے ان کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا، یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھیں محل گزریں۔ پھر فرمایا کہ مجھے اپنے بابا ابو طالب کا یہ قول یاد آ گیا۔ کہ جب انہوں ہمیں دیکھا اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور ہم یمن نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے، تو وہ کہنے لگے سنیجے تم دونوں کیا کر رہے ہو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت

۶۔ حضرت علیؑ کی خلافت و نیابت کی پیشین گوئی:

حضرت علیؑ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ "مختصر خلافت" کی مانند معاملہ کیا کرتے تھے اختصار خلافت: جو شخص خلافت و نیابت کا انتھار کر رہا ہو۔ یہ جملہ شواہد صاحب الہی اصطلاح ہے اور انہوں نے جو ہاشم کی دعوت کے قہے کو اس بات پر متعلق کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت علیؑ کے لیے خلافت کی امید رکھتے تھے] جو کہ خلافتِ خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔ چنانچہ امام نسائی نے کتاب الخصائص میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین آپ اپنے بچپا کے بغیر اپنے بچپا زاد کے کیسے وارث ہو گئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے اولاد عبدالمطلب کو جمع کیا یا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی اور ان کے لئے ایک مد (یعنی تقریباً ایک سیر) کھانا تیار کر دیا حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا جتنا تھا ختم رہا، گویا کہ اس کو چمپیرا ہی نہیں گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک پیالہ شربت منگایا تو سب نے اس میں سے پیر ہو کر پیا اور اس میں پورا ختم رہا، گویا کہ اس کو چھوڑا ہی نہیں گیا اور اس میں سے نہیں پیا گیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب میں تمہاری طرف خاص طور اور تمام لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہوں۔ اور تم نے اس اُنت میں سے جو کچھ تم دیکھ سکتے تھے وہ دیکھ لیا اور تم میں سے کون مجھ سے اس بات پر بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی، مہتمم اور وارث بنے؟ تو کوئی بھی ان کی طرف نہ بڑھا

دی۔ تو انہوں نے کہا کہ "جو کچھ تم کر رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں یا جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں کچھ حرج نہیں لیکن خدا کی قسم میری سرین کبھی اوپر نہیں اٹھے گی۔ وہ اپنے والد کی بات یاد کر کے تعجب کی وجہ سے ہنسے گئے۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا یا اللہ میں اعتراف کر رہا ہوں (فخر نہیں) کہ آپ کی اُنت میں سے کسی بندے نے، سوائے آپ کے نبی کے، مجھ سے پہلے آپ کی سعادت نہیں کی۔ یہ بات انہوں تین مرتبہ کہی۔ کہ چٹک میں نے لوگوں کے نماز پڑھنے سے سات دن پہلے نماز پڑھی ہے۔

۵۔ جناب ابوطالب کی تعزیت:

حضرت علیؑ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ جب ابوطالب نے وفات پائی تو آنحضرت ﷺ نے تعزیت میں اور حضرت مرتضیٰ کو تسلی دینے میں اور ان کے لئے دُعاے خیر کرنے میں کمال درجہ شفقت فرمائی۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب میرے بابا ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو میں نے نبی ﷺ کے پاس آکر کہا کہ آپ کے چچا کا انتقال ہو گیا ہے فرمایا کہ جاؤ ان کو دفن کر دو۔ پھر میرے پاس آنے تک کوئی بات نہ کرنا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ پھر میں نے غسل کیا اور آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرے لئے بہت دُعا میں کہیں جن سے مجھے اس قدر مسرت ہوئی کہ اتنی خوشی مرخ اور سیاہ اونٹوں کے ٹٹنے سے نہ ہوتی۔ (حضرت علیؑ جب بیت کو غسل دیتے تھے تو نہایا کرتے تھے)۔

۔ اس موقع پر میں اُن کی طرف بڑھا اور میں لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ بیٹھ جا۔ پھر آپ ﷺ نے وہی بات تین مرتبہ کہی اور میں ہر مرتبہ اُختار ہوا اور آپ ﷺ فرماتے رہے کہ بیٹھ جا۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ [اس طرح یہ ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت علیؑ کو اپنی جانشین کا مژدہ دینا]۔ حضرت علیؑ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ پھر کہا کہ یہ ہے وہ بات جس سے میں اپنے چچا زاد کا وارث ہوا ہوں بچپن کے بغیر۔

۷۔ حضرت علیؑ کی نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھے پر سواری:

امام نسائی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم دونوں کعبہ کے اندر گئے اور رسول اللہ ﷺ میرے کندھے پر چڑھ گئے "اور آپ کو اٹھائے ہوئے علیؑ کھڑے ہوئے" (یہ جملہ راوی کی طرف سے ہے) حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے میری کمزوری کو دیکھا تو کہا کہ بیٹھ جا تو میں بیٹھ گیا نبی اللہ ﷺ میرے کندھے سے اترے اور میرے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے کندھوں پر چڑھ جا اور آپ مجھے لیکر کھڑے ہو گئے تو حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میری یہ حالت تھی کہ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اگر چاہوں تو آسمان کے کنارے پر پہنچ جاؤں (یہ اس روحانی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس وقت حضرت علیؑ محسوس کر رہے تھے، پیغمبر کے کندھوں پر سواری کو نبی معمول بات نہیں ہے اور نہ ہی معمولی اعزاز) تو حضرت علیؑ کعبہ پر چڑھے اور اُس پر ایک بیٹیل یا تانبے کا بٹ تھا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر زور لگا کر شروع کیا

تاکہ اسے اٹھاڑ سکوں دابیں، بائیں اور آگے، پیچھے اور اُس کے سامنے سے یہاں تک کہ جب میں نے اُس پر قابو پایا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پیچک دے تو میں نے اس کو نیچے پیچک دیا پھر اُس کو توڑا جیسا کہ شیشہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہو۔ پھر میں نیچے اتر آیا۔ پھر میں اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے چھپتے ہوئے چل دیئے یہاں تک کہ گھر کی اوٹ میں جا پہنچے اس اندیشہ سے کہ کوئی ہمیں مل نہ جائے۔

۸۔ شبِ ہجرت میں نبی اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر شبِ بسری:

اُن کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفار قریش آنحضرت ﷺ کو ایذا دینے کے لیے اکٹھے ہو گئے اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت مقرر ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بستر پر سو جائیں اور آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک اپنے اوپر اوڑھ لیں تاکہ کفار منافقے میں پڑے اور آپ ﷺ کے جانے پر مطلع نہ ہونے پائیں۔ اور اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور آنحضرت ﷺ سے جا ملے۔

ابن اسحق نے ہجرت کے اور نبی ﷺ کے بارے میں کفار قریش کے باہم مشورہ کے قصہ میں کہا ہے کہ پھر جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ آج رات آپ ﷺ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ تو جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو مشرکین کم جمع ہو کر آپ کو دیکھنے لگے کہ آپ کب سوئیں گے تاکہ وہ آپ ﷺ کے اوپر حملہ کر دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو میرے بستر پر لیٹ جا اور میری حضری ہبز چادر اپنے اوپر اوڑھ لے اور اس میں سو جا۔ اور ان کی جانب سے ہرگز کوئی تکلیف تجھ کو نہیں پہنچے گی۔ رسول اللہ ﷺ جب سویا کرتے تھے تو اسی چادر میں سویا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کی طرف سے باہر نکلے اور آپ نے ایک مٹی کی منٹھی بھر کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کو ان کے سروں پر کھیرتے رہے اُس وقت آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ** تک یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان آیات سے فارغ ہو گئے اور ان میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا کہ آپ نے اُس کے سر پر مٹی نہ ڈالی ہو۔ پھر جس طرف جانے کا آپ نے ارادہ کیا تھا آپ چلے گئے۔

اس کے بعد ان کے پاس ایک آنے والا آیا جو ان کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ اُس نے کہا کہ یہاں تم کس کا انتظار کر رہے رہو؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ کا۔ اُس نے کہا کہ اللہ نے تمہیں خسارے میں ڈال دیا اللہ کی قسم بلاشبہ محمد ﷺ تمہارے سامنے سے ہو کر چلے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے تم میں سے کسی شخص کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کے سر پر خاک ڈال دی ہے اور جہاں جانا تھا چلے بھی گئے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے تمہارے اوپر کیا ہے؟ پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس پر مٹی پائی پھر انہوں نے مکان کے اندر جھانکنا شروع کیا تو وہ علیؑ کو دیکھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر سو رہے تھے۔ تو کہنے لگے کہ واللہ یقیناً یہ محمد ﷺ سوئے ہوئے ہیں، اُس پر اُس کی چادر ہے۔ چنانچہ

یہ لوگ وہاں سے نہیں نکلے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور حضرت علیؑ بستر پر سے اٹھے تو انہوں نے کہا واللہ ہم سے جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کا چلے جانا بیان کیا تھا اُس نے سچ ہی کہا تھا۔ پھر محمد بن اسحقؑ نے نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے قطعہ میں بیان کیا کہ مکہ میں حضرت علیؑ نے تین رات اور تین دن قیام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لوگوں کو ان کی وہ امامتیں ادا کر دیں جو ان کی آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، پھر جب اُس سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ سے جا ملے اور کلثوم بن اللہم کے مہمان ہوئے۔

9۔ مواخات میں آپ ﷺ کے ساتھ اخوت کا قیام:

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب صحابہ کرام کے درمیان مواخات واقع ہوئی یعنی ہر ایک مہاجر کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کو بھائی چھوڑا، مواخات کے نفسی معنی بھائی چھوڑنے کے ہیں، تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ مر قنسی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا۔ ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت علیؑ آئے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، اور کہا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات کرائی اور میرے اور کسی کے درمیان مواخات قائم نہیں کی تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے [نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر مہاجرین اور انصار کے مابین بھائی چارہ قائم کیا۔ مگر نہ تو خود کو کسی

دوں گایا اُس کے پیچھے جان دے دوں گا۔ تو جب وہ نکلا تو اس کی طرف حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بڑھے جب دونوں میں ڈبھیل ہوئی تو حضرت حمزہ نے اس کے ایک ہاتھ مارا تو اس کا پاؤں آدمی پھٹی پر سے زخمی ہو گیا اور وہ حوض کے پیچھے تھا تو وہ اپنی پشت پر گر گیا۔ اپنے ساتھیوں کی طرف اپنے زخمی پاؤں کے ساتھ گھسنے لگا۔ پھر وہ حوض کی طرف مر گیا اور اُس میں جا گھسا، چاہتا تھا کہ اپنی قسم پوری کرے۔ اسی وقت حضرت حمزہ نے اس کا پیچھا کیا اور اس پر ضرب لگائی یہاں تک کہ حوض میں ہی اُس کو قتل کر دیا۔

پھر اُس کے بعد عقبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عقبہ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ جب صف سے جدا ہو گیا تو اس نے مقابلہ کے لئے لٹکھارا تو اس کی طرف انصار میں سے تین نوجوان نکلے جو حضرت عوف اور معوذہ حارث کے بیٹے بنی کمان عفراء تھی اور ایک اور شخص تھا جس کو عبد اللہ بن رواحہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا کہ ہم انصاری ہیں، تو انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں۔ پھر ان میں سے ایک لٹکارنے والے نے لٹکارا کہ اے محمد ﷺ ہماری طرف ہماری قوم کے ہر تہہ لوگوں کو بھیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبیدہ بن الماریت اے حمزہ اور اے علیؑ۔ جب یہ حضرات اٹھے اور اُن کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ تو حضرت عبیدہ نے کہا کہ میں عبیدہ ہوں اور حضرت حمزہ نے کہا کہ میں حمزہ ہوں اور حضرت علیؑ نے کہا کہ میں علی ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم تم عزت و بزرگی میں ہمارے مرتبہ

انصاری کا بھائی قرار دیا اور نہ ہی حضرت علیؑ کو۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ یہ سارا سلسلہ خود کو اور اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا ہے] ۱۰۔ جنگ بدر میں حضرت علیؑ کے شجاعانہ کارنامے:

اُن میں سے ایک اور یہ ہے کہ سوا اربعین اسلامیہ میں سے جنگ بدر میں حضرت علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حسد کاٹل اور واقفہ اولیٰ یہ کہ جب موضع بدر کے نزدیک پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک جماعت کو دشمنوں کے لشکر کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اُس جماعت میں سے تھے۔

محمد بن اسماعیل نے روایت کی ہے کہ جب شام ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے علیؑ بن ابی طالب اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بدر کی طرف بھیجا تاکہ وہ خبریں لے کر آئیں تو قریش کے پانی ڈھونڈنے والے لوگ اُن کے ہاتھ لگے جن میں بنو الحجاج کا قلام اسلم اور بنو عامر بن سعد کا قلام عریض ابویہار بھی تھا، تو یہ حضرات ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔

دوسرا یہ کہ جنگ شروع ہونے کے وقت کفار میں سے تین آدمی مقابلہ کے لئے باہر آئے اور تین آدمی اُن کے ساتھ مقابلہ کے لئے بنی ہاشم میں سے نکل آئے ان میں سے ایک حضرت علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن اسحق نے کہا اور اسود بن اسد خزومی مقابلہ کے لئے نکلا اور یہ ایک بد خو اور بد خصل شخص تھا، تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اُن کے حوض میں سے ضرور پانی پیوں گا یا اس کو ڈھا

ابو بکر نے ابراہیم بن سعید بن رفاعہ بن نافع انصاری سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اُن کے دادا سے روایت کی ہے، کہا کہ ہم بدر سے لوٹے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو بعض لوگوں نے دُوسروں کو پکار کر پوچھا کہ کیا تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ تو سب ٹھہر گئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ آگئے اور اُن کے ساتھ علیؑ بن ابی طالب تھے تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو گم کر دیا تھا۔ تو فرمایا کہ ابو الحسن (یعنی علیؑ) نے پیٹ میں کچھ تکلیف محسوس کی تو میں اس کے پیچھے ہوا لیتا تھا کہ مہاد کوئی چھپا ہوا دشمن غفلت میں انہیں گزند نہ پہنچا دے۔

۱۱۔ خاتونِ جنت سے شادی:

ان کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ مرثضی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور اس ضمن میں بڑی عزت افزائی اور مرتبہ عظیمہ سے نوازا۔ ابو عمر نے عبید اللہ بن محمد بن سماک بن جعفر ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؑ کا حضرت علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا جنگِ احد کے بعد اور حضرت فاطمہؑ کی عمر ان کے نکاح کے دن پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علیؑ کی عمر اُس وقت اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔

کاتبِ حروف (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) فرماتے ہیں کہ فقیر کو اس بات میں کہ حضرت فاطمہؑ کا نکاح غزوہِ احد کے بعد ہوا ہے تردد ہے، اس لیے

لوگ ہو۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ جو تینوں میں بڑی عمر کے تھے عقبہ بن ربیعہ کے مقابلے کے لیے نکلے، اور حضرت حمزہؓ نے شیبہ بن ربیعہ کا مقابلہ کیا اور حضرت علیؑ نے ولید بن عقبہ کا مقابلہ کیا۔ حضرت حمزہؓ نے توشیحہ کو مہلت بنی نہ دی اور اُس کو قتل کر دیا۔ رہے حضرت علیؑ تو انہوں نے بھی ولید کو مہلت نہ دی اور اسے قتل کر ڈالا۔ البتہ حضرت عبیدہؓ اور عقبہ کے درمیان مقابلہ ہوا اور دونوں نے ایک دوسرے پر ایک ایک ضرب لگائی۔ دونوں نے اپنے مقابل کو ہارے زخم پہنچائے۔ پھر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ اپنی اپنی کموروں کے ساتھ عقبہ پر حملہ آور ہوئے اور اُس کو انہوں فنا کے گھاٹ اتار دیا اور اپنے ساتھی حضرت عبیدہؓ کو اٹھا لائے اور ان کو ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا۔

سوم یہ کہ اسی جنگ میں حضرت جبرئیلؑ آیا حضرت میکائیلؑ اُن کے ساتھ تھے۔ حاکم نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر میں میرے اور حضرت ابو بکرؓ کے لئے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی دائیں طرف حضرت جبرئیلؑ اور دوسرے کی طرف حضرت میکائیلؑ ہیں گے اور اسرائیلؑ بڑی عظمت والا فرشتہ ہے وہ صف میں رہے گا۔ جنگ کے وقت جن لوگوں کو حضرت علیؑ نے قتل کیا اور جنگ کے بعد محمد بن اسحق نے ایسے کئی لوگوں کا ذکر کیا ہے بعض کا یقین کے ساتھ اور بعض کا تردد اور اختلاف کے ساتھ۔

میں بھی ایک کونہ میں چھپ گئی۔ وہ کہتی ہیں کہ پھر حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ آئے تو ان کو نبی ﷺ نے دُعادی اور ان کے اوپر کچھ پانی چھڑکا۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس حضرت فاطمہؑ کو لاؤ تو فاطمہؑ سلام اللہ علیہا آئیں وہ اپنے اوپر شرم سے ایک رومال ڈالے ہوئے تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو مجھ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور ان کو دعادی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلنے لگے تو آپ ﷺ نے کچھ سیاسی سی دیکھی تو فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ اسامہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنت ثمیص؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو بھی فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی رخصتی میں موجود تھی اور تو اس کی عزت کرتی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! وہ کہتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ مجھے دعادی۔

۱۲۔ غزوہ احد میں بہادری:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ معرکہ احد میں بڑے بڑے فضائل ان کے حصہ میں آئے۔ حضرت مصعب بن عمیر جو کہ آنحضرت ﷺ کے طہر دار تھے جب ان کو مرتبہ شہادت حاصل ہو گیا تو نبیؐ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؑ کو شہید کیا اور اس کو مار ڈالا ابن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت مصعب بن عمیر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور جس نے ان کو شہید کیا وہ قبیلہ بن قریظ تھا اور وہ یہ گمان کر رہا تھا کہ یہی رسول اللہ ﷺ ہیں۔

کہ پھر حضرت علیؑ مرتھے کا حضرت فاطمہؑ سے واقعہ احد میں یہ کہنے میں کیا حکمت ہو گی کہ اے نبیؐ عنین الذمہ (مجھ پر سے یہ خون و حدود) واللہ اعلم (امکان فی اسلام جاہل میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے رمضان ۲ھ میں نکاح کیا اور ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی اور غزوہ احد سے شوال ۳ھ تک جبری نہیں ہوا اس لئے محمد بن اسحاق کی یہ روایت کہ نکاح غزوہ احد کے بعد ہوا صحیح نہیں ہے۔ قرین قیاس یہ کہ غزوہ بدر کے بعد نکاح ہوا کیونکہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں غزوہ بدر ہوا ہے اور اسی ماہ کے آخری ایام میں نکاح ہوا صحیح ہے۔

اسامہ نسائی نے نخصا حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے محمد اللہ بن بکر سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تم عمر ہے لیکن جب حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ نے پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر دیا۔ اور نیز نسائی نے اسامہ بنت عمیس (اسامہ بنت عمیس ان زمانہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں جعفرؓ حضرت علیؑ کے بڑے بھائی تھے جو ۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے اس کے بعد ان سے حضرت ابو بکرؓ نے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ وفات کے بعد ان سے حضرت علیؑ نے نکاح کر لیا) سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ کی رخصتی کے وقت موجود تھی۔ جب صحیح ہو گئی تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ام ایمن نے دروازہ کھولا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی زبان میں شغ تھا (شغ کے معنی ہیں کہ ایک حرف کے بہانے دوسرا حرف بولنا۔ سین کو ٹاٹا اور راکو سین۔ ایسی زبان والے کو ایش کہتے ہیں) اور عورتوں نے نبی کریم ﷺ کی آواز سن لی تو وہ ایک طرف ہو گئیں۔ (راوی نے) کہا اختسین (چھپ گئیں) اور

پھر وہ قریش کی طرف یہ کہتا ہوا نکلا کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ مصعب بن عمیر تھے جو شہید کر دیئے گئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب کو دیا اور اس موقع پر حضرت علی بن ابی طالب نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کے طور پر خوب دادِ شہادت دی۔

ابن ہشام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ غزوہ اُحد میں جب جنگ نے شدت اختیار کی اور رسول اللہ ﷺ انصار کے جھنڈے کے نیچے آکر بیٹھ گئے اور حضرت علی بن ابی طالب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جھنڈا آگے بڑھاؤ اور حضرت علیؑ آگے بڑھے اور کہا کہ میں ابوالقاسم ہوں (اور ابن ہشام کی اس روایت میں کہا جاتا ہے کہ ابوالقاسم ہے۔ قاسم کے معنی ہیں ذلیل کرنا، توڑنا، ادا مو کر دینا اور قاسم کے معنی ہیں کھانا، چھانا، دانتوں سے توڑنا۔) تو ان کو ابوسعید بن طلحہ نے لاکارا جو مشرکین کا جھنڈا لائے ہوئے تھا کہ اسے ابوالقاسم کیا مقابلے پر آنے کی ہمت ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر صفوں کے درمیان دونوں درمقابل ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس پر ایک ضرب لگائی اور اس کو پھینچا ڈیا۔ مگر پھر اس سے پلٹ گئے اور اس کا کام تمام نہ کیا حضرت علیؑ سے ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے اسے ختم کیوں نہیں کیا۔ تو فرمایا کہ اس نے میرے سامنے اپنا ستر کھول دیا تھا تو مجھے رحم نے اس سے روک دیا اور میں نے خیال کیا کہ اللہ نے اس کو قتل ہی کر دیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوسعید بن طلحہ دونوں صفوں کے درمیان نکلا اور اس نے لاکارا کہ میں ہوں گردن توڑنے والا، میرے مقابلے پر کون آئے گا؟ تو کوئی بھی اس کے مقابلے پر نہ نکلا۔ تو اس نے کہا کہ اسے اصحاب محمدؐ تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات اور عڑے کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو اگر تم اس بات کو حق سمجھتے تو مجھ سے مقابلے کے لئے تم میں سے کوئی تو نکلتا۔ اس موقع پر حضرت علی بن ابی طالب اس سے مقابلے کے لئے نکلے۔ پھر ایک دوسرے پر صرف دو دو وار کرنے کی نوبت آئی کہ حضرت علیؑ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر کفار کے مقتولین کے ہاموں کی فہرست میں ایک جماعت شہر میں آتی ہے جن کو حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا تھا۔

اور جب ابتلاء و امتحان پیش آیا اور بہت سے صحابہ کرام اس واقعہ میں درجہ شہادت پر پہنچ گئے اور صحابہ کو اس بنگلہ میں آنحضرت ﷺ کی متعلق کچھ خبر نہ تھی اور جب آنحضرت ﷺ گھاٹیوں کی طرف تشریف لے گئے اس جماعت میں حضرت علی مرتضیٰ بھی شامل تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں نے پہچان لیا تو وہ آپ ﷺ کی طرف چل پڑے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ احد کی گھاٹیوں کی طرف چل دیئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عمارت بن العاص اور مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔

پھر آزمائش کی گھڑی ٹل جانے کے بعد خون دھونے کے لئے پانی لانے کی خدمت بھی حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھ سے انجام پائی۔ صحیح بخاری میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے زخم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ (واللہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ ﷺ کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون پانی بہا رہا تھا اور کون ہی وہ آپ ﷺ کو لگائی گئی تھی فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اُس کو دھو رہی تھیں اور حضرت علیؑ فُحال سے پانی بہا رہے تھے پھر جب حضرت فاطمہؑ نے دیکھا کہ پانی خون پر چھو اتر نہیں کر رہا اور اس سے خون کا بہاؤ تیز ہو رہا ہے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اُس کو زخم پر لگایا تو خون بند ہو گیا۔ ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے متعلقین تک پہنچ گئے تو آپؐ نے اپنی تلوار اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو دی اور فرمایا کہ بیٹی اس پر سے خون دھو دے، واللہ آج اس نے مجھے بہت خوبی دکھائی حضرت علیؑ بن ابی طالب نے بھی اُن کو اپنی تلوار دی اور کہا کہ اور یہ بھی لے لو اس کا خون بھی دھو دو۔ واللہ اس نے بھی مجھے آج بڑی خوبی دکھائی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم نے جس خوبی کے ساتھ جنگ کی ہے واللہ تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابودجانہؓ نے بھی بڑی خوبی کے ساتھ جنگ کی ہے [اس جملے کو بعض لوگوں نے منقحی معلوم میں لیا ہے۔ کہ اسے علیؑ نے جنگ میں شہادت کے جوہر دیکھائے ہیں تو کیا ہو! سہل بن حنیف اور ابودجانہؓ نے بھی تو اس کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا مقصد حضرت علیؑ کی حقیقتیں نہیں بلکہ تعریف کرنا تھا۔ تاہم

ذہابؒ نبوت نے ان کے دو ساتھیوں کو بھی اس تعریف میں شامل کر کے انصاف پسندی کا مظاہرہ کیا [ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھ سے اہل علم نے روایت کی کہ ابن ابی نعیم نے کہا کہ ایک ندا کرنے والے نے اُحد کے دن ندا کی "لَا نَصِيْبَ إِلَّا لَكَ الْوَالِقَاءُ" الخ یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں جو بار بار حملہ کرنے والا ہے۔

۱۳۔ غزوہٴ خندق میں:

اُن کے مناقب میں سے ایک اور یہ ہے کہ غزوہٴ خندق میں جب کفارِ قریش میں سے چند لوگوں نے خندق کو عبور کر لیا اور مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے تھے تو حضرت علیؑ مرتضیٰ نے عمرو بن عبدودؓ کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُس کو جہنم میں پہنچا دیا۔ ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ اُن لوگوں نے خندق کے ایسے مقام کا انتخاب کیا جو جنگ تھا تو انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایزد لگائی تو وہ اُس میں گھس گئے۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو اُس شہر زین پر کدیا جو خندق اور سلع پہاڑی کے درمیان تھی تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہمؑ کے ساتھ چم مسلمانوں کو ساتھ لے کر بڑھے اور اُن کو اُس صدر پر جہاں سے اُن لوگوں نے اپنے گھوڑوں کو اندر رکھا یا تھاروک دیا، اور گھڑ سوار اُن کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عمرو بن عبدودؓ نے غزوہٴ بدر میں جنگ کی تھی اور اُس کے ایک گہرا زخم لگا تھا اور وہ غزوہٴ اُحد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ پھر جب غزوہٴ خندق کا وقت آیا تو وہ جھنڈا لگائے ہوئے نکلا تا کہ لوگ اُس کا مقام پہچان لیں۔

پھر وہ اور اُس کے سوار ٹھہر گئے اور اس نے اعلان کیا کہ اُس کا مقابلہ کون کرے گا تو حضرت علیؑ بن ابی طالب اُس کی طرف آگے بڑھے اور اُس سے کہا کہ اے مردِ جاہلِ تو نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ قریش میں کا کوئی شخص جب دو اہم کاموں میں سے ایک کی طرف تجھے دعوت دے گا تو تو اُس کو ضرور قبول کرے گا اُس نے کہا کہ ہاں پھر اُس سے حضرت علیؑ بن ابی طالب نے کہا کہ میں تجھے دعوت دیتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کی طرف اور اسلام لانے کی طرف اُس نے کہا کہ اس کی مجھے حاجت نہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے کہا کہ پھر میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ جنگ کے لئے نیچے اتر۔ تو اُس نے کہا کہ اے میرے بھتیجے میں پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں، تو اُس سے حضرت علیؑ نے کہا کہ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ تجھے قتل کروں۔ یہ سن کر عمرو جوش میں آیا اور فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے کود پڑا اور اپنے گھوڑے کی ٹانگوں پر اور پھر اُس کے منہ پر تھوڑا ماری۔ پھر حضرت علیؑ بن ابی طالب کے مقابلہ پر آیا۔ اب دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی ایک نے دوسرے پر وار کئے تو حضرت علیؑ نے اُس کو قتل کر دیا اور اُس کے تمام گھڑسوار ساتھی بھاگ نکلے یہاں تک کہ بھاگتے ہوئے خندق کو پہنچ گئے۔ پھر حضرت علیؑ نے اُس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے

لَقَتْنَا الْحِجَارَةَ مِمَّنْ سَفَاهَةً رَّاهِ وَنَصْرَتْ رَبَّ مُحَمَّدًا بِصَوَابِ
فَصَوَّرَتْ حَيْنَ تَرَكْتُهُ مَتَجَوْلَا كَالْجَزَعِ بَيْنَ دَكَاكٍ وَرِدَائِي
وَعَطَفَتْ عَنِ التَّوَابِهِ وَلَوْ اِنْتِي كَمَتِ الْمَقَطَّرُ بَدْنِي اِثْوَابِي

لا تحسبن الله عاجل دینه ونبیہ یا معشر الاحزاب
(ترجمہ) اُس نے پتھروں (یعنی بتوں) کی اپنی عقل کے بندے پن کی وجہ سے مدد کی اور میں نے اصابت رائے کے ساتھ رہتے مدد کی پھر میں اس وقت واپس لوٹا جب میں نے اُس کو بچھا ڈالا جیسے ریت اور ٹیلے کے اوپر گھجور کا سینہ پڑا ہوا ہو۔ اور میں نے اس کے کپڑوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اگر میں خون میں آلودہ پڑا ہوا ہوتا تو یہ میرے کپڑے کھسوت لیتا۔ اے (مشرکین کے) گروہ! ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو اور اپنے نبی کو رسوا کرنے والا ہے [عربوں میں روانہ تھا کہ وہ ضمن کو قتل کر کے اُس کے کپڑے اُتار لیتے تھے۔ حضرت علیؑ نے اس رسم بد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ کفار نے نبی کریم ﷺ کو عمرو بن ممدود کی لاش واپس کرنے کے لئے ظلمتِ قریٰ میں پیش کش کی، مگر آپ ﷺ نے کچھ بھی نہ لیا اور بلا حواسہ لاش واپس کر دی] ۱۴۔ غزوہ بنو قریظہ کے وقت حضرت علیؑ کی خدمات:

پھر بنو قریظہ کے محاصرے کے وقت اُن کے قلعہ سے اتر آنے کے اسباب میں سے ایک سبب حضرت علیؑ کی بہادری تھی۔ ابنِ ابی عمیر نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اہل علم میں سے ایک ایسے شخص نے روایت کی ہے جس پر میں وثوق رکھتا ہوں کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب نے جب کہ وہ کشتیہ الایمان پر بنو قریظہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور وہ اور حضرت زبیر بن العوام آگے آگے تھے اور انہوں نے کہا تھا میں وہ ذائقہ ان کو ضرور چکھاؤں گا جو حضرت حمزہؑ نے ان کو چکھایا تھا اور میں اُن کے قلعہ کو ضرور فتح کر کے رہوں گا۔ جس کے بعد بنو قریظہ کے یہودیوں نے کہا ہے

محمد ﷺ پھر وہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر (کہ ان کا جو فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہے) وہ قلعوں سے نیچے اتر آئے تھے۔ [اس موقع پر ان کی بد عہدی کی بنا پر حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے کے قابل تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے]

۱۵۔ صلح حدیبیہ میں حضرت علیؑ کی شرکت اور خدمات:

ان کے مناقب میں سے ایک اور یہ ہے کہ وہ ہیبت رضوان میں حاضر تھے اور صلح نامہ ان ہی کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔ ابن اسحقؒ نے بیان کیا کہ وہی اس صحیفہ (صلح نامہ) کے کاتب تھے۔ اور نیز اسی سفر میں آپ نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ مختصر خلافت کا معاملہ فرمایا۔ نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے، اور الفاظ نسائی کے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ ہم آپ ﷺ کے پڑوسی ہیں اور آپ ﷺ کے حلیف ہیں اور ہمارے کچھ غلام آپ ﷺ کے پاس آگئے ہیں ان کو نہ دین میں کوئی رغبت ہے نہ عقل و سمجھ کی باتوں سے دلچسپی ہے۔ وہ تو صرف ہمارے مال و متاع کو چھوڑ کر یہاں بھاگ آئے ہیں آپ ﷺ ان کو ہماری طرف لوٹا دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے سچ کہا ہے بیشک یہ آپ ﷺ کے پڑوسی اور آپ ﷺ کے حلیف ہیں تو نبی ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا کہ

انہوں نے سچ کہا ہے بیشک یہ آپ ﷺ کے پڑوسی اور آپ ﷺ کے حلیف ہیں تو نبی ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے گروہ قریش! واللہ میں تم پر تم میں سے ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جس کے قلب کا ایمان کے بارے میں اللہ امتحان کر چکا ہے اور وہ تم سب کو یا تم میں سے کچھ کو دین پر ضرور مارے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں حضرت عمرؓ نے کہا کیا وہ شخص میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا کہ نہیں۔ لیکن وہ وہ ہے جو جوتے کا گنڈہ رہا ہے۔ اور آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنا جوتا دیا تھا جس کو وہ گنڈہ رہے تھے۔ [غالباً یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں پیش آیا۔ یعنی ۶-۷ھ کے درمیان]

۱۶۔ غزوہ خیبر میں حضرت علیؑ کی بہادری:

ان کے مناقب میں سے ایک اور یہ ہے کہ غزوہ خیبر کے دوران خیبر کے چند قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا جس کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو آپ ﷺ نے جہنڈا حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں دیا اور اس کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعہ کو آپ نے فتح کر لیا۔

محمد بن اسحقؒ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بربیعہ بن سفیان نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے سلمہ بن الاکوع سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو جہنڈا دے کر خیبر کے ایک قلعہ کی طرف بھیجا تو انہوں نے جنگ کی اور واپس آگئے مگر فتح حاصل نہ ہوئی حالانکہ انہوں نے خوب کوشش کی تھی پھر

ابن اسحقؒ نے مجھ سے روایت کی ان سے عبد اللہ بن حسن نے ان سے ایک ثقہ شخص نے ان سے ابو رافع موثق رسول اللہ ﷺ نے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکلے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جھنڈا دیکر بھیجا تھا۔ پھر جب جھنڈا قلعہ کے قریب پہنچ گیا تو وہاں کے لوگ آپؑ کے مقابلے پر آئے تو ان سے حضرت علیؑ نے جنگ کی۔ ایک یہودی نے حضرت علیؑ پر حملہ کیا تو آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی تو آپ نے ایک دروازہ جو قلعہ کے قریب تھا اٹھایا اور اس کو اپنے بچاؤ کے لئے ڈھال بنالیا اور جب تک آپ جنگ کرتے رہے وہ دروازہ برابر آپ کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں پر قلعہ فتح کر دیا۔ پھر انہوں نے اس دروازہ کو اپنے ہاتھ سے نیچے رکھ دیا پھر جب وہ نکلے تو وہ گئے تو خدا کی قسم مجھ سمیت سات آدمی اس دروازے کو پلٹنے کی کوشش کرتے رہے مگر قادر بنا ہو سکے۔ امام بخاری نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کی ہے، کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیر میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ انہوں نے خیال کیا (یعنی رنج کیا) کہ میں نبی اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر (اسی حال میں) آپ ﷺ سے آئے۔ تو جب ہم نے وہ رات گزار لی (جس کے بعد) قلعہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا دوں گا یا (یہ فرمایا) کل جھنڈا ایسا شخص لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو فتح دے گا۔ تو ہم سب امید

دوسرے دن حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ انہوں نے جنگ خوب کی اور وہاں لوٹ آئے مگر ان کو بھی پوری کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہو سکی۔
 تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل ضرور ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں، وہ بار بار صلے کرنے والا ہے، بھاگنے والا نہیں وہ وہاں نہیں آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔ (راوی نے) کہا کہ اس سلسلہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کو بلایا تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور پھر فرمایا کہ یہ جھنڈا اور دروازہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے۔ راوی کہتے ہیں کہ سلمہ نے بیان کیا کہ وہ اس کو لیکر خوب چھپتے ہوئے نکلے اور ہم ان کے پیچھے ان کے قدم باندھ چلنے رہے۔ ہاں تک کہ انہوں نے اپنے جھنڈے کو قلعہ کے نیچے پتھر کی جبری کے ٹیلے میں گاڑ دیا۔ یہودیوں نے ان کو قلعہ کے اوپر سے جھانکا اور انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں۔ کہا کہ یہ سن کر یہودی کہنے لگے کہ قسم ہے اس کتاب کی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تم عالی مرتبہ ہو گئے (یا جو انہوں نے کہا) اور حضرت علی بن ابی طالب اس وقت تک نہیں لوٹے جب تک کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ نے قلعہ فتح کر دیا۔ (دوسری روایات میں ہے کہ جنگ خیر میں حضرت علیؑ کا مقابلہ مر حب نامی مشہور یہودی یہودیوں سے ہوا تھا اور حضرت علیؑ نے اسے قتل کر کے یہ قلعہ فتح کر لیا تھا)

اور حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ میں جھگڑا ہو گیا حضرت علیؓ نے کہا میں اس کو لے کر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ بولے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری بیوی اس کی خالہ ہے۔ جبکہ حضرت زیدؓ بولے یہ میری بہن ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تو صورت اور سیرت کے اعتبار سے مجھ سے مشابہ ہے اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے [یہاں مولیٰ یعنی ولی اور حسیب ہیں کہ یہ ارشاد عمل استقامت میں ہے اسی لئے اس جملہ سے زیدؓ خوشی سے رقص کرنے لگے تھے۔ لمعات]

۱۸۔ نصارائے نجران کے ساتھ مباہلہ / حضرت علیؓ کا اعزاز:

ان میں سے ایک اور یہ ہے کہ جب نجران کے نصارے کے ساتھ مباہلہ کا معاملہ پہنچتا ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ ازراہ اور حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو مباہلہ کے لئے بلا لیا۔ ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "لَنْ نَجْزِيَنَّهُنَّ بِالْأَنْتَاءِ كَمَا" یعنی ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بائیس اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔" آخر تک۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا لیا اور کہا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں [مباہلہ کے لفظی معنی ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے ہیں، مگر اس موقع پر اس کی نوبت نہیں

کر رہے تھے۔ پھر کہا گیا کہ یہ علیؓ ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا دے دیا تو اللہ نے ان کو فتح دے دی۔
۱۷۔ غزوہ کا عمرہ القضاء میں:

ان میں سے ایک اور یہ ہے کہ عمرہ القضاء میں حضرت علیؓ نے حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ کے درمیان حضرت مزہر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے بارے میں جھگڑا ہو گیا تو حضور ﷺ نے ہر ایک کو ایک خاص اعزاز سے نوازا۔ امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ذوالقعدہ میں نبی ﷺ نے عمرہ ادا کر لیا [صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور کفار کے مابین جو معاہدہ طے پایا تھا اس کی رو سے مسلمانوں کو آئندہ برس کہ مکرمہ آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے یہاں آ کر تین دن تک قیام کیا۔ اس وقت حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہو چکے تھے۔ جس کی بنا پر یہ واقعہ خوش آیا] اور تین دن کی لذت گزار گئی تو نبی ﷺ اور اہل بیت کے لئے نطفے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی نے آپ کا پیچھا کیا وہ اسے چچا سے چچا لک کر آوازیں دے رہی تھیں [حضرت حمزہؓ کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، لیکن رضائی اعتبار سے بھائی تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اور حضرت حمزہؓ نے اور حضرت زیدؓ نے اہلبیت کے لئے اہلبیت کی نوبت دے دیا تھا، اسی بنا پر زیدؓ میں عارضہ نے اس لڑکی کو اپنی بہن سمجھی فرمایا اور آپ ﷺ نے زیدؓ کو بھائی کہا]۔ تو اس کو حضرت علیؓ مل گئے۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہؓ کے پاس لے آئے اور ان سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھو۔ میں اس کو لے آیا ہوں۔ پھر اس پر حضرت علیؓ

آئی اور وفدِ نجران میں موجود ان کے لاث پوری نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی غیر مشروط اطاعت قبول کر لی۔
۱۹۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علیؑ کی خدمات:

ان میں سے ایک یہ کہ جب فتح مکہ کے لئے حملہ کرنے کا فیصلہ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنی جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ وہ خطا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے نے کفارِ قریش کے نام لکھا تھا اس کے لے جانے والی عورت کے قبضہ سے نکال لائیں۔ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا کہ تم تینوں روانہ ہو جاؤ جب تم روضہٴ خاں پہنچو گے تو تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے جا کر لے لو تو حضرت علیؑ پہنچتے ہیں کہ ہم روانہ ہوئے گھوڑے دوڑاتے رہے یہاں تک کہ ہم روضہٴ خاں پر پہنچ گئے دیکھتے کیا ہیں کہ یہاں ایک مسافر عورت موجود ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا کہ تجھے خط نکالنا پڑے گا ورنہ ہم تیری سلامتی نہیں گے، حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ پھر اس نے اپنے بالوں کی میزبھیوں میں سے خط نکالا جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر پہنچے آخر حدیث تک۔

پھر جب کہ حضرت سعد بن عبادہ سے جو بنو خزرج کے علمبردار تھے ایسا کلمہ صادر ہوا جو نبی اکرم ﷺ کو پسند نہ آیا تو آپ ﷺ نے حضرت ان سے لے کر حضرت علیؑ مرقتی کو دے دیا۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ بعض اہل علم نے یہ گمان کیا

کہ سعد کا جب داخل حرم کی طرف رخ پھیرا گیا تو انہوں نے کہا کہ آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے۔ آج حرم کی حرمت باقی نہ رکھی جائے گی۔ تو مہاجرین میں سے ایک شخص نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ بات بتادی، تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سن لیجئے جو کچھ سعد بن عبادہ نے کہا۔ مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ قریش میں خونریزی ہوگی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ تم اس سے جھنڈا لے لو اور تم ملحد ار ہو، مکہ میں اس کے ساتھ داخل ہونا۔

ابن اسحاق نے کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں جا کر بیٹھے اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور کعبہ کی کھنچی ان کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سقاہے (یعنی پانی کے انتظام) کے ساتھ چاہے (کعبہ کی دربانی) بھی ہم کو دیدیکھتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مٹان بن طلحہ کہاں ہے؟ تو ان کو بلا لیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے مٹان یہ لہنی کھنی سنبھال لو۔ آج نیکی اور وقار (عہد اکادہ) ہے۔

۲۰۔ بنو خزیمہ کی طرف حضرت علیؑ کی روانگی:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو نبی خزیمہ کی طرف بھیجا تھا اور انہوں نے وہاں کے قیدیوں کی ایک جماعت کو بغیر احتیاط کے مار ڈالا تھا۔ تو اس برائی کے تدارک کے لئے ان کے پیچھے آپ ﷺ نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

۲۱۔ غزوہ ختمین میں حضرت علیؑ کی ثابت قدمی:

ان میں سے ایک اور یہ ہے کہ غزوہ ختمین میں جب کچھ ہزیمت کی صورت پیدا ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس حالت میں ثابت قدم رہنے والوں کی جماعت میں موجود رہے۔

ابن اسحق نے بیان کیا کہ جو لوگ مہاجرین میں سے تھے وہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ، حضرت عباسؑ، حضرت ابو سفیانؓ اور ان کا بیٹا اور فضیل بن ربیعہ، حارث اور اسامہؓ میں زید اور ابی بن امیہ بن عبد شمس تھے۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر نے عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ اس دوران میں قبیلہ ہوازن کا وہ شخص جو صاحب علم تھا اپنے اونٹ پر بیکہ اپنی حرکات میں کر رہا تھا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور انصار کے ایک شخص نے اُس پر حملہ کرنا چاہا، کہا تو حضرت علیؑ اُس کے پیچھے آئے اور اُس کے اونٹ کی دو ٹوں کو چوں پر تلوار ماری تو اونٹ اپنی سرین کے بل آگرا، تو انصاری نے کوہ کو اُس طمبردار پر پوری قوت سے ضرب لگائی اور اُس کی ناگ کو نصف پنڈلی تک کاٹ ڈالا تو وہ اپنے اونٹ پر سے نیچے آگرا۔ [اس طرح میدان مسلمانوں کے حق میں فتح ہو گیا]

محمد بن اسحق نے کہا کہ مجھ سے حکیم بن حکیم نے ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کی کہ کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی تم اس قوم کی طرف سفر کر کے جاؤ اور ان کے معاملہ کی تحقیق کرو اور جاہلیت کے رون کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالنا (انصاف کی رعایت رکھنا) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، ان کے ساتھ مال بھی تھا جو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیا تھا چنانچہ انہوں نے ان کے مشقتوں کے خون کی دیت ادا کی اور اس کی بھی صفائی جو ان کا مال نقصان کیا گیا تھا یہاں تک کہ ان کے کتوں کا بھی خون بہا دیا اس حد تک کہ جب ان کے خون بہا کا کوئی حق باقی نہ رہا (سب ادا ہو چکا) اور ان کے ساتھ جو مال تھا اس میں سے کچھ بچ گیا تو حضرت علی بن ابی طالب نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے خون یا مال کا کوئی معاوضہ باقی رہ گیا ہے جو تمہیں ادا نہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ پھر میں نے اپنے پاس بچا ہوا مال بھی تمہیں ہی دیتا ہوں بطور احتیاط رسول اللہ ﷺ کے لئے ایسے نقصان کے معاوضہ میں جو ان کے علم میں نہ آیا ہو اور نہ تمہارے علم میں یہ کام پورا کر کے رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس ہو گئے اور آپ ﷺ سے سب حال بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے خوب کیا بہت اچھا کام کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا ذاکا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کندھوں کے نیچے کا حصہ نظر آنے لگا تھا فرمایا یا اللہ میں آپ کے سامنے برقی الذمہ ہوں۔

۲۲۔ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی قائم مقامی:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنے متعلقین کی خبر گیری کے لئے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے ضمن میں ایک عظیم بزرگی سے آپ کو مشرف فرمایا۔

محمد بن احمق نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کو اپنے متعلقین پر چائشیں بنایا اور ان کو ان میں منہر کے حکم دیا تو منافقین نے حضرت علیؑ کے متعلق پر دیکھتے کرنا شروع کر دیا انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر بار بھجھے ہوئے اس سے ہلکا ہونے کے خیال سے اس کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ تو جب منافقوں نے ایسا کہا تو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اپنے ہتھیار اٹھا کر نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپنچے جب کہ آپ ﷺ مقام جرف (جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے) میں اتر چکے تھے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ منافقین نے یہ گمان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنے اوپر بار بھجھ کر پیچھے چھوڑا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ بلاشبہ میں نے تمہ کو ان سب پر جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ تو تم میرے پیچھے میرے اور اپنے متعلقین کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اور پھر فرمایا اے علیؑ کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ وہی ہو جو حضرت ہارون کا مرتبہ حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۲۳۔ ۹ ہجری کے حج میں شریک امیر بنایا جانا:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ نوں سال میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کو امیر حج بنایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب روانہ ہوئے تو سورۃ براءہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا اور آنحضرت ﷺ نے اسکی تبلیغ کے لئے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا۔

احمد بن حنبل نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو سورۃ براءہ دے کر بھیجا تو انہوں نے کہا یا نبی اللہ میں تو خوش تقریر ہوں اور نہ ہی خطیب، فرمایا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اس کو میں لے کر جانا یا تم لیکر جاؤ تو حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر یہ ضروری امر ہے تو میں بنا روانہ ہوتا ہوں۔ فرمایا تم جاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان میں خوب برکت دے گا اور تمہارے قلب کو صحیح و پورہ رکھے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت علیؑ کے منہ پر رکھا۔

محمد بن احمق کہتے ہیں کہ مجھ سے حکیم بن حکیم بن عبادہ بن حذیفہ نے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر سورۃ براءہ نازل ہوئی آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیج چکے تھے تاکہ وہ لوگوں کو حج لرائیں آپ ﷺ نے عرض کیا کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اس سورۃ کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیں تو وہ لوگوں کو سادیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری

طرف سے بجز میرے اہل بیت کے اور کوئی اس اعلان کو ادا کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا کہ براۓ کے اس ٹکڑے کو تم لے کر جاؤ اور حج اکبر کے دن جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں تو سب لوگوں میں اعلان کرو کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا حوافر بنے گا اور جس کا رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ ہے تو اس کو معاہدے کی مدت تک اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ”عضباء“ نامی ناکہ پر بیٹھ کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ سے راستہ ہی میں جا ملے۔

جب انھوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو پوچھا کہ تم امیر ہو یا مامور تو حضرت علیؑ نے کہا امیر نہیں بلکہ مامور ہوں۔ پھر دونوں چل پڑے تو حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کے لئے حج قائم کیا (یعنی شریعت کے مطابق لوگوں سے مناسک حج ادا کرانے لگے) اور عرب اس وقت اس سال میں اپنے حج کی ان منزلوں میں پہنچے ہوئے تھے جن پر وہ ایام جاہلیت میں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ جب یوم نحر (۱۰ ذوالحجہ) آیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں میں ان باتوں اعلان کیا جن کا حکم ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا چنانچہ انہوں نے کہا کہ اسے لوگو کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہو گا آج کے دن کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا اور نہ کوئی شخص بنے گا ہو کر بیت اللہ کا حوافر کرے گا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو مدت معاہدہ تک اس کو موسم ساہتہ کی آزادی ہوگی اور لوگوں کے

لئے جس دن سے ان میں اعلان کیا گیا ہے چار ماہ کی مہلت ہے تاکہ ہر قوم اپنی جائے امن اور اپنے شہروں میں لوٹ جائے، پھر کسی مشرک کے ساتھ کوئی عہد اور کوئی ذمہ نہ رہے گا، مگر ایسا شخص جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ کسی معینہ مدت تک ہو تو وہ اس مدت تک کے لئے مستثنیٰ ہو گا۔ پھر اس دن کے بعد کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور نہ کسی نے بنے ہو کر بیت اللہ کا حوافر کیا۔ پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ اور اہل شرک میں سے جن لوگوں سے معاہدہ تھا اور جن سے ایک معینہ مدت تک کے لئے تھا ان کے بارے میں جو اعلان ہوا وہ سب ماتمخو: سورۃ بر اءۃ سے تھا۔

۲۴۔ حضرت خالد بن ولید کی معزولی کے بعد حضرت علیؑ کی یمن کے لئے تقریر:

ان میں سے اہمیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ مر تفضی کو حضرت خالدؓ سے غم و صول کرنے کے لیے یمن کی طرف بھیجا اور حضرت خالد بن ولید کو معزول کر دیا، اس دوران میں حضرت علیؑ مر تفضی کی کوششوں سے اس علاقہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ فتح ہوا۔ اس دوران میں حضرت علیؑ مر تفضی کی بابت حضرت خالدؓ کے بعض لوگوں کے دل میں کچھ ملامت پیدا ہو اور ان لوگوں نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی شکایت خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچائی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ مر تفضی کے حق میں بے پایاں الطاف ظاہر فرمائے اور لوگوں کو آپؐ کی شکایت پر جھڑکا اور اس سے منع کیا۔

ترمذی نے حضرت براءؓ بن عازب سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یمن کے لئے دو لشکر روانہ کئے۔ اُن میں سے ایک پر حضرت علی بن ابی طالب کو امیر بنایا اور دوسرے پر حضرت خالد بن الولید کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ جب جنگ ہونے لگے تو علیؑ امیر ہو گا (علی لشکر کا) حضرت براء کہتے ہیں حضرت علیؑ نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں سے ایک لڑکی کو ٹوڈ لے لیا اس پر حضرت خالد نے ایک خط لکھ کر میری معرفت نبی ﷺ کے پاس بھیجا جس میں حضرت علیؑ کی بڑائی لکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ نے نما پڑھا تو آپ کا رنگ صاف ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے قائم کی جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے اور اُس کے رسول ﷺ کے غضب سے۔ میں تو صرف اپنی ہوں۔ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ [اس واقعے کا ذکر متعدد روایات میں ہے۔ اور چونکہ حضرت خالد بن ولید کی حضرت علیؑ سے مخالفت تھی اس لئے انہوں نے اس واقعے کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ اگر اس میں واقعی کچھ صداقت ہوتی تو حضور نبی کریم ﷺ جو حضرت علیؑ کے سر بھی تھے حضرت علیؑ کو لازماً ڈانٹ ڈپٹ کرتے۔ مگر یہاں معاملہ مکمل طور پر حضرت علیؑ کی حمایت اور اُن کی تریف و توصیف کا ہوا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے قانون کے مطابق عمل کیا تھا]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن معمر نے سلیمان بن محمد بن کعب سے روایت کی انہوں نے اپنی چھو بھئی زینبؓ سے اور وہ ابو سعید خدری کے پاس تھیں کہتے

ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اسے لوگو علیؑ کی شکایت نہ کرو وہ سخت ہے اللہ کی ذات میں یا (فرمایا کہ) اللہ کی راہ میں۔

۲۵۔ حضرت علیؑ کی یمن کے قاضی کے طور تقرری:

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو یمن کا حاکم بنایا تو آداب قضا تعلیم فرمائے اور دعاء کی کہ قضا ان پر مفتوح (یعنی سہل) ہو جائے۔ احمد بن حنبل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا۔ تو میں نے کہا کہ آپ ﷺ مجھے ایک قوم کی طرف بھیج رہے ہیں اور میں تو عمر ہوں اور مجھے قضا کا علم بھی نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے حق پر قائم رکھے اور جمائے رکھے۔ جب تیرے پاس باہم جھگڑنے والے آئیں تو اول کے لیے فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے سے اُس کی بات سن نہ لو۔ یہ بات صحیح فیصلہ کے تم پر ظاہر ہونے کے لئے پابندی کے لائق ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ (اس ارشاد و دعا کے اثر سے) میں ہمیشہ قاضی بنا رہا اور ایک روایت میں ہے کہ دو کے درمیان کسی فیصلہ نے مجھے کبھی عاجز نہیں کیا۔

۲۶۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت علیؑ کے اعزازات:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے، انہوں نے وہیں سے حج کا ارادہ کیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور احرام اس مضمون کے ساتھ باندھا اہل بیت صما اہل بیت علیؑ میں نے اسی چیز کا احرام باندھا جس کا رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے اور قربانی کے بہت سے جانوروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہدی میں اپنے ساتھ شریک کیا۔

امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن الحارث الکندی سے روایت کی ہے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حاضر تھا۔ اور آپ ﷺ قربانی کی جگہ آئے تو فرمایا کہ میرے پاس ابوالحسن (حضرت علیؑ) کو بلاؤ۔ تو حضرت علیؑ آیا لے گئے ان سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھری کے نیچے کا حصہ تم پکڑ لو اور اس کے اوپر کا حصہ خود رسول اللہ ﷺ نے پکڑا۔ پھر اس طرح دونوں نے مل کر جانوروں کو ذبح کیا۔ پھر جب دونوں فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے شہر پر سوار ہوئے اور حضرت علیؑ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مقام نذر غم میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے اظہار پر مشتمل تھا۔ حاکم اور ابوعمر وغیرہما نے روایت کی اور یہ الفاظ حاکم کے ہیں، زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے لوٹے اور نذر غم میں اترے تو آپ ﷺ نے سیز جیوں کے بارے میں حکم دیا تو وہ صاف

کردی گئیں۔ فرمایا میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے واپس بلا لیا گیا ہے اور میں نے دعوت قبول کر لی ہے، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑوں گا جن میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے خاندان کے لوگ تو تم غور کر لو کہ میرے پیچھے ان دونوں سے کیا معاملہ کرو گے اور وہ دونوں ہرگز جدانہ ہو سکتے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل میرا آقا (مولی) ہے اور میں ہر مومن کا آقا (مولی) ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میں جس کا آقا (مولی) ہوں علیؑ بھی اس کا آقا (مولی) ہے۔ یا اللہ آپ اس سے محبت کریں جو علیؑ سے محبت کرے اور اس سے عداوت کریں جو علیؑ سے عداوت کرے۔ [نذر غم نامہ، تصدیق مہم، مکہ اور مدینہ کے درمیان جحف سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے، اور اس کے قریب ایک بانی کا چشمہ ہے اور اس میں سیز جیوں ہیں اس کو نذر غم کہتے تھے۔ سیز جیوں خراب ہو رہی تھیں ان کو صاف کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ لوگوں نے صاف کر دیا تو آپ ﷺ ان پر بیٹھ گئے اس موقع پر خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہم سزا تھے جنہوں نے آپ ﷺ سے ان کی شکایتیں کی تھیں۔]

۳۔ وصال نبوی ﷺ کے وقت حضرت علیؑ کی خدمات:

ان میں سے ایک اور یہ کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس عالم فانی سے عالم اعلیٰ کو انتقال فرمایا تو حضرت علیؑ نے جماعت اہل بیت کے ساتھ آپ ﷺ کے غسل اور دفن کی خدمت انجام دی۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ہمارے اصحاب میں سے عبد اللہ بن ابی بکر اور حسین بن عبد اللہ وغیر ہمانے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عباسؑ بن عبد المطلب، حضرت فضلؑ بن عباس، حضرت تمیم بن عباسؑ، اسامہؑ بن زید اور شتران مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔ ہی وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کو غسل دینے میں لگے ہوئے تھے۔ اور یہ کہ اوس بن خنیف انصاری نے جو بنو خزرج کا ایک شخص تھا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم کو بھی حصہ دیجئے جب کہ بنو اوس کے لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے اور اہل بدر میں سے بھی۔ حضرت علیؑ نے کہا اندر آ جاؤ تو وہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے غسل میں شریک ہوئے۔

آپ ﷺ کو دوران غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے سے سہارا دیا اور حضرت فضلؑ اور حضرت عباسؑ اور حضرت تمیمؑ آپ ﷺ کو پلٹا رہے تھے اور حضرت اسامہؑ بن زید اور حضرت شتران جو دونوں آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے یہ آپ ﷺ کے اوپر پانی ڈال رہے تھے، اور حضرت علی بن ابی طالب آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے اور آپ ﷺ کو اپنے سینے سے

سہارا بھی دے رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کے جسم پر آپ ﷺ کی قمیص تھی، پیچھے کمر میں اسی سے آپ ﷺ کو لٹے تھے اور لہنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ (کے بدن) پر نہیں لگا رہے تھے، اور یہ کہہ رہے تھے میرا باپ اور ماں آپ ﷺ پر قربان کس قدر پاکیزہ ہیں آپ ﷺ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں۔ اور رسول اللہ ﷺ میں وہ چیزیں نہیں دیکھی گئیں جو عام طور پر میت میں دیکھی جاتی ہیں۔

پھر ابن اسحقؑ نے کہا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں اترے وہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباسؑ و حضرت تمیم بن عباسؑ اور حضرت شتران مولیٰ رسول اللہ ﷺ تھے۔

حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کی روایات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احکام اسلامی میں سبقت سے متعلق اور دوسری احادیث جو آپ کے فضائل کے بیان پر مشتمل ہیں اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر کے یہاں ان کو لکھ دیں۔

حاکم نے امام محمد بن حنفیل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ گرام میں سے کسی کے اتنے فضائل نہیں آئے جتنے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آئے ہیں۔

بندہ ضعیف (شاہ ولی اللہ دہلوی) کہتا ہے کہ اس کا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور اس کا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں وہ وجوہ کا اجتماع ہے کہ آپ کی اسلامی احکام میں چلتی ہے جیسا کہ

خلاصہ یہ کہ ہم موضوع احادیث اور ایسی احادیث کے درج کرنے سے جن کا ضعف شدید ہے جو نہ مؤید بنانے کے لئے کارآمد ہوں اور نہ شاہد بن سکیں اعراض کریں گے، اور جو حدیث صحت اور حسن کے مرتبہ میں ہے یا قابل برداشت ضعف رکھتی ہے اس کو ہم روایت کریں گے۔

الف۔ حضرت علیؑ کے متعلق متواتر احادیث:

[متواتر سے مراد ایسی احادیث ہیں جنہیں روایت کے ہر درجے پر کم از کم تین ثقہ افراد روایت کرتے ہوں۔ ایسی احادیث کا مرتبہ حدیث مشہور کے بعد سب سے زیادہ ہے]

۱۔ تو میرے لئے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام:

یہ حدیث متواتر ہے کہ

اننت وبقی صندلہ ہارون من موسیٰ
تو میرے لئے اس مرتبہ میں ہے جس
مرتبہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں
حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت اسامہ بنت مہمیس اور حضرت علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عباس وغیرہم نے روایت کی ہے۔

۳۔ اے اللہ علیؑ سے محبت کرنے والے سے تو محبت کر:

اور متواتر احادیث میں سے یہ حدیث بھی ہے

أنا من علی وعلی وبقی اللہ والی من والیہ
میں علیؑ سے (راضی) ہوں اور علیؑ مجھ

سے اے اللہ تو اُس سے محبت کر جو اِس

چند چھوٹی چھوٹی باتیں ان میں سے ہم نے بیان کی ہیں، دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی قرہبی رشتہ داری ہے، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ داری کے تعلق کی مراتب رکھنے میں سب سے بڑھے ہوئے اور حقوق قرابت کو سب سے زیادہ بچکانے والے تھے۔ پھر جب اُطش ربانی نے امداد کی اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو تربیت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا تو آپ کا مرتبہ قرابت دو بالا ہو گیا اور آپ کی شان میں ایک اور بزرگی کا اضافہ کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اُن کے عقد میں دیا یا تو عزید فضیلت اُن کے شامل حال ہو گئی۔ پھر جب اُن کے ایام خلافت میں اختلاف واقع ہوا اور اہل زمانہ کے دل اُن سے برگشتہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ صحابہ کرام نے اِس فتنہ کے دفع کرنے میں بہترین کوششیں کیں اور اُن کے ترسش میں جو بھی تیر تھا اِس کو صرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو قبول فرمائے۔ اِس سبب سے اُن کے فضائل کی احادیث کا دائرہ اشاعت وسیع تر ہو گیا۔ کچھ حدیثیں تو اتر کے مرتبہ میں اور کچھ دوسری احادیث حسن کے درجہ میں پہنچیں۔ پھر جب شیعیت کے فتنہ نے سر اُٹھارا تو بے باک لوگوں کی ایک جماعت نے بھی حد اعتدال سے پاؤں باہر نکالا اور اپنی بدعت کو مزاج کرنے کے لئے، احادیث وضع کرنا شروع کر دیں اور عقرب جان لیں گے وہ لوگ جو ظلم کے مرتکب ہوئے کہ جس بارگاہ میں اُن کو لوٹ کر جانا ہے وہ کسی ہے۔

و عا د من عا د ا ه

سے محبت کرے اور اُس سے عداوت
کر جو اس سے عداوت کرے۔

اس کو حضرت زید بن ارقم، حضرت بریدہ، حضرت عمران بن حصین اور حضرت
عمرو بن شاش وغیر ہم نے روایت کیا ہے۔

۳۔ اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں:

متواتر احادیث میں یہ حدیث بھی ہے: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّمَا بُرِّدُوا بِاللَّهِ لِيُدَبِّتُمْ عَنكُمْ الرَّجْسَ | أَهْلَ الْبَيْتِ وَتَكْفُرَ كُفْرًا تَكْفِيرًا
اور تم سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے
نبی ﷺ کے گھر والو تم سے اللہ کی کو
دور رکھے اور تم کو (ہر طرح
ظاہر و باطن) پاک و صاف رکھے

تو رسول اللہ ﷺ نے اُن پانچوں (حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ
اور حضرت حسینؑ اور خود ذات رسالت مآب ﷺ) کو بلایا۔ یہ حدیث حضرت
سعدؑ، حضرت ام سلمہؑ، حضرت عائشہؑ، حضرت عبد اللہ بن جعفرؑ اور حضرت انسؑ
مالک نے روایت کی ہے۔

۴۔ غزوہ خیبر کے موقع پر دی گئی خوشخبری:

متواتر احادیث میں سے یہ بھی ہے: کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کو غزوہ
خیبر میں جہنم اعطا کیا اور فرمایا

لَا عَطَيْنَ الرَّاهِةَ رَجُلًا يَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ | میں ایسے شخص کو جہنم دوں گا جو اللہ اور

و يَحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ

اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے
اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ سے
محبت کرتے ہیں۔

اس کو حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت کھل بن سعدؓ اور
حضرت سلمہ بن الاکوعؓ وغیر ہم نے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا انہوں نے اپنے والد
سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان نے حضرت سعدؓ سے کہا تم کو اس
بات سے کیا چیز مانع ہے کہ تم ابو ترابؓ کی خدمت کرو۔ حضرت سعدؓ نے کہا مجھ کو کہ
جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں گی جن کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا میں حضرت
علیؑ کو ہر گز بر اہلانہ کہوں گا۔ اور اُن تینوں میں سے ایک بھی اگر میرے لئے ہوتی
تو وہ مجھے مُرُغ اور نغسوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو ان
سے فرما رہے تھے اور (مجھ پر تھا) کہ آپ ﷺ نے ایک غزوہ کے موقع پر حضرت
علیؑ کو (مدینہ میں) چھوڑا تھا اور جس پر آپ ﷺ سے حضرت علیؑ نے یہ کہا تھا کہ
یا رسول اللہ آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا دیا ہے تو اُن سے رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا

اما ترضى ان تكون منى صليقة هارون | کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ
من موسى الا انه لانيوة بعدى | تم میرے لئے اُس مرتبہ میں ہو جس
مرتبہ میں حضرت موسیٰؑ کے ہاں

حضرت ہارونؑ تھے مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

اور میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ غزوہ خیبر میں آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں یہ جھنڈا گل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ (سعدؓ نے) کہا کہ ہم (اگلے دن) اس (جھنڈے) کے حصول کے لئے ایک دو سرے سے ادھنچا ہونے لگے (تاکہ رسول اللہ ﷺ کی ہم پر نظر پڑ جائے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلا کر لاؤ چنانچہ وہ ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں لائے گئے تو آپ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا ان کو دیا، پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر قلعہ فتح کرا دیا۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی "فَتَالِقَ لُؤْلُؤًا مِّنْ عِلْمٍ ثَمَّ آتَىٰ هَٰؤُلَاءِ أَمْثَلَ الْعِلْمِ حَرْمَلًا مِّمَّا يَحْمِلُونَ الْحَبَّ زَوَادًا كَثِيرًا" (سورہ آل عمران: ۶۱) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو بلا دیا اور کہا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۵۔ حضرت علیؑ کے فضائل میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک طویل روایت: حاکم اور نسائی نے عمرو بن ميمون سے روایت کیا، کہا کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو اشخاص آئے انہوں نے کہا اے ابن عباسؓ یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیں اور یا پھر ان لوگوں سے الگ ہو کر ہم سے تنہائی

میں گفتگو کریں۔ تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا نہیں بلکہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ راوی نے کہا اور وہ اس زمانہ میں وہ ابھی ناپینا نہیں ہوئے تھے۔ کہا پھر ان لوگوں نے بات چیت میں کابل کی توہم نہیں جانتے تھے کہ انہوں نے کیا کہا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابن عباسؓ اپنے کپڑے جھلاتے ہوئے آئے اس وقت وہ نف و نف (کلمات افسوس) کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی بد گوئی میں پڑ گئے کہ جن میں ایسے دس فضائل ہیں جو ان کے سوا کسی اور میں نہیں ہیں۔

۱۔ وہ ایسے شخص کی برائی میں پڑے ہیں جن کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دیکر سمجھوں گا جس کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا

رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس (جھنڈے) کی سبھی نے امید کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ کہاں ہے، لوگوں نے کہا کہ وہ چکی میں آتا ہیں رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اور کوئی دوسرا انہیں تھا جو آتا ہیٹا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ آئے اور ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، دیکھنے پر بھی قادر نہیں تھے پھر آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں چھوٹا ماری، اور پھر جھنڈے کو تین مرتبہ لہرایا اور خاص ان ہی کو دیا۔ پھر حضرت علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی (ام المومنین) کو لیکر آئے۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ نے مزید کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو سورہ توہد دے کر بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا، انہوں نے اس

سورۃ کو ان سے لے لیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو نہیں لے جانا چاہئے مگر ایسے شخص کو جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔"

۳۔ حضرت ابن عباسؓ نے مزید کہا کہ "فرمایا نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا کی اہواز سے کہ تم میں سے کوئی اور آخرت میں کون میرے ساتھ موالدۃ کرے گا (دل سے میرا امتحان اور ساتھی ہو گا) اس وقت تمام لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔"

۴۔ حضرت ابن عباسؓ نے مزید کہا کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ تھے۔"

۵۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا کپڑا (یعنی چادر) لے کر حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے اوپر رکھی اور فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهْدَبْتَ عَنَّاكَ الْوَجْهَۃَ | اللہ تعالیٰ کو یہ منکور ہے کہ اسے گھر والو
اَهْلَ الْبَيْتِ وَالْحَمْدُ لَكَ تَطْوِيْۃً | تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو
(ہر طرح) ظاہر اور باطناً پاک و صاف
رکھے۔

۶۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ شبِ ہجرت میں حضرت علیؑ نے اپنی ذات کو سختی میں ڈالا یعنی نبی ﷺ کی چادر اوڑھی پھر آپ ﷺ کی جگہ سو گئے۔ اور مشرکین یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ

آئے اور حضرت علیؑ (منصف پینے) سو رہے تھے۔ بعد ازاں حضرت ابو بکرؓ بھی یہ گمان کر رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے اللہ کے نبی، حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اللہ کے نبی ﷺ تو بنو نمونہ کی طرف گئے ہیں۔ تو آپؐ انہیں وہی جا کر مل لیں چنانچہ حضرت ابو بکرؓ چلے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ غار میں داخل جا ہوئے۔ اور حضرت علیؑ کے اوپر کٹار پتھر پھینک رہے تھے جیسا یہی معاملہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے اور حضرت علیؑ (چوٹ کی وجہ سے) بیچ و تاب کھاتے رہے۔ اور انہوں نے اپنے سر کو چادر میں چھپا رکھا تھا اس سے باہر نہیں نکالتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی پھر حضرت علیؑ نے اپنے سر سے کپڑا ہٹایا تو انہوں نے کہا کہ تو یقیناً غلامت کے قابل ہے۔ تیرا ساتھی (یعنی محمد ﷺ) تو ناف بھی نہیں کرتا تھا اور ہم ان کے پتھر مارتے رہتے تھے اور تو بیچ و تاب کھاتا رہا ہم اس بات کو عجیب خیال کر رہے تھے۔

۷۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ "رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور سب لوگ آپ ﷺ کے ساتھ نکلے تو آپ ﷺ سے حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں گا۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ نہیں۔ تو اس پر حضرت علیؑ رونے لگے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ تو میرے لئے اس مرتبہ میں ہے جس مرتبہ میں حضرت موسیٰؑ کے پاس حضرت ہارونؑ تھے مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی

نہیں ہے میرے لئے جانا مناسب نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ تو میرا قائم مقام ہو کر یہاں رہے۔

۸۔ ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ: حضرت علیؑ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرے بعد دنی (دوست و محبوب، آقا) ہے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کا۔

۹۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے مسجد (کے صحن سے ملے ہوئے مکانوں) کے دروازے بند کر دیئے حضرت علیؑ کے دروازے کے سوا، تو وہ بحالت جنابت مسجد میں داخل ہوتے تھے اس لئے کہ وہ ان کا راستہ تھا اور اس کے سوان کا اور کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔

۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں جس کا آقا ہوں تو اس کا آقا علیؑ بھی ہے [حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے شروع میں کہا تھا کہ وہ حضرت علیؑ دس فضائل بیان کریں گے مگر چند ایسے فضائل بھی بیان کر دیئے جو آپ کے لئے ثابت ہیں اگرچہ اور بھی ان میں شریک ہیں۔]

۱۱۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم کو اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ وہ اصحابِ شجرہ سے راضی اور خوش ہے [یعنی جن لوگوں نے درخت کے پھلے بیت کی تھی، ان میں حضرت علیؑ بھی تھے۔] پھر اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا جان لیا۔ تو کیا اللہ نے ہم کو ایسی خبر دی ہے کہ اس کے بعد اللہ ان سے یعنی حضرت علیؑ سے ناراض ہو گیا ہے؟

۱۲۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، نبی اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس حاطب بن ابی بلتعہ کی گردن مار دوں۔ فرمایا تو ایسا کرے گا؟ اور تجھے یہ خبر نہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دلوں پر جھانک کر یہ فرمایا کہ اب تم جو عمل چاہو کرتے رہو (میں تمہاری مغفرت کر چکا ہوں اور حضرت علیؑ بھی اہل بدر میں سے ہیں)۔

۱۳۔ حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ حضرت علیؑ بن ابی طالب کو ایسی تین فضیلتیں دی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھے مل جاتی تو وہ میرے لئے خرخر رنگ کے اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ آپ سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین وہ کیا ہیں؟ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ان کا نکاح ہونا اور ان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں رہنا کہ ان کے لئے اس میں وہ بات حلال ہے (یعنی بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا) جو ان کے ہی لئے حلال ہے۔ اور غزوہ خیبر والا جھنڈا۔

۱۴۔ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چار ایسے فضائل ہیں کہ وہ عربوں میں سے کسی میں نہیں ہیں

۱۔ وہ تمام عرب اور عجم والوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

۲۔ اور وہ ایسے شخص ہیں جن کے ساتھ ان کا جھنڈا ہر معرکہ میں رہا ہے۔

۳۔ اور وہ شخص ہیں جنہوں نے (جنگ احد کے دن ابتلا کی گھڑی میں) آپ ﷺ کے ساتھ مہر کیا تھا۔

۴۔ میں اور وہ ایسے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو غسل دیا تھا اور قبر میں داخل کیا تھا۔

۶۔ حضرت علیؑ کو بڑا جھلا کہنا:

حاکم نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے ابو عبد اللہ جدی سے کہا کہ کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کو بڑا جھلا کہا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے کہا معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا کوئی اور اسی طرح کا لفظ۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ”جس نے علیؑ کو بڑا جھلا کہا۔ اُس نے مجھے بڑا جھلا کہا۔“

اسی طرح ابو بکر بن عبید اللہ بن ابی ملیکہؓ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: کہا کہ شام والوں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے حضرت علیؑ کو گالی دی تو حضرت ابن عباسؓ نے اُس کو پتھر مارا اور کہا کہ اے دشمن خدا تو نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا
 نے دنیا اور آخرت میں اُن پر لعنت کی (۳۳:۵۷)

ہے اور اُن کے لئے رسوا کر دینے والا
 عذاب تیار کر رکھا ہے

اگر رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تو تمہاری اس بات سے اُن کو بھی ایذا پہنچتی۔

۷۔ حضرت علیؑ کے لیے جنت کا محفوظ خزانہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؑ تیرے لئے جنت میں ایک محفوظ خزانہ ہے اور بلاشبہ تو اس کی دونوں جانب والا ہے، لہذا تو (انجمنی عورت پر) پہلی (انفاقہ) نظر کے بعد دوسری (بالا رادہ) نظر نہ ڈال۔ پہلی تو تمہارے لئے معاف ہے، دوسری کا تجھے حق نہیں۔

۸۔ حضرت علیؑ عرب کے سردار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے: وہ کہتی ہیں: کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے پاس عرب کے سردار کولاء میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔

۹۔ باگا و نبوت سے حضرت علیؑ کے ساتھ خصوصاً معاملہ:

عبد اللہ بن عمرو بن ہند جینی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: کہ میں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے سوال

کر جاتا تو آپ ﷺ مجھے عطا کرتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ ﷺ خود مجھ سے بات کی ابتدا کرتے۔

۱۰۔ حضرت علیؑ کا مسجد میں کھٹنے والا دروازہ:

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بہت سے لوگوں کے دروازے مسجد نبوی شریف میں گذرگاہ کے طور پر ٹھٹھے تھے، تو ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کے سوا تمام لوگوں کے دروازوں کو بند کر دو۔ اس بارے میں جب لوگوں نے کام کیا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا لا بعد یقیناً میں نے حکم دیا ہے کہ تمام لوگوں کے دروازوں کو بند کر دیا جائے حضرت علیؑ کے دروازے کے سوا۔ تو اس بارے میں تم میں سے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے انہوں کو تو کسی کو بند ہے کیا اور نہ کھولا ہے۔ لیکن مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا تو میں نے اس کا اتباع کیا۔

۱۱۔ حضرت علیؑ کا دروازہ:

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے تو جو شہر میں جانے کا ارادہ کرے تو اس کو دروازے پر آنا چاہئے۔

۱۲۔ حضرت علیؑ کی بیرونی:

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح زندگی گزارے اور میری موت کی طرح موت مرے اور ہمیشہ کی جنت میں رہے جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب کی بیرونی کرے کیونکہ وہ تم کو سیدھے راستے سے بخشنے والے گا اور نہ مگر انہی میں داخل کرے گا۔

۱۳۔ منافقوں کی پہچان:

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ ہم منافقین کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب سے، نماز سے بیچھے رہ جانے سے اور حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ بغض رکھنے سے پہچانتے تھے۔

۱۴۔ حضرت علیؑ دلی کے توگڑ تھے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھے حضرت علی بن ابی طالب کی زوجیت میں دے دیا ہے اور وہ فقیر ہیں جن کے پاس کچھ مال و دولت نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے فاطمہ کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام زمین والوں کو جھانک کر دیکھا اور پھر دو آدمیوں کو برگزیدہ کیا ان دونوں میں سے ایک تیرا لہجہ ہے، اور دوسرا تیرا شوہر۔ حضرت علیؑ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۚ وَذِكْرُكَ هَادٍ لِّأُولِي النُّبُوَّةِ (نبی) ہیں
اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔

۱۵۔ بارگاہ نبوت میں حضرت علیؑ کا مقام:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ نبی اکرم ﷺ جب غضب ناک ہوتے تو سوائے علیؑ بن ابی طالب کے ہم میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ ﷺ سے کلام کرے۔ اور حضرت سلمانؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سلمانؓ سے کہا کہ آپ کو حضرت علیؑ سے اتنی زیادہ محبت کیوں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ”جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔“

حضرت ابن بربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اصحاب میں سے چار افراد سے محبت کرنے کا حکم دیا اور مجھے خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ حضرت بربیعہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں ہم میں سے ہر ایک اس کا خواہشمند ہو گا کہ وہ ان میں سے ہو۔ تو فرمایا کہ یاد رکھو کہ علیؑ ان میں سے ایک ہے پھر فرمایا سمجھ لو کہ علیؑ ان میں سے ہے۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

۱۶۔ حضرت علیؑ اللہ کے محبوب ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت گیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے بٹنا ہوا چونہ پیش کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے کہا یا اللہ میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دیجئے جو آپ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہو وہ میرے ساتھ اس گوشت میں سے کھائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ انصار میں سے کسی شخص کو بھیج دے اور اُسے اس کا مصداق بنا دے۔ پھر علیؑ آئے تو میں نے (باہر ہی باہر) ان سے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی کام میں لگے ہوئے۔ (وہ چلے گئے اور) پھر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دے۔ تو وہ اندر آئے (حضرت علیؑ نے اپنے حاضر ہونے اور واپس کر دیئے جانے کا تذکرہ کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) کہا کہ تو نے جو کچھ کیا اس پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا؟ تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کی دعا کو عن لیا تھا تو میرے دل نے چاہا کہ ایسا شخص میری قوم میں سے ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک آدمی کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور حاکم ایسی کئی سندیں لائے جس سے یہ خاص غرابت سے نکل گئی ہے۔

۱۷۔ حضرت علیؑ سے محبت رکھنے والوں کے لیے بشارت:

حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے کہ اے علیؑ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے تجھ سے محبت کی اور میرا اخص رہا اور عذاب ہے اس شخص کے لئے جس نے تجھ سے دشمنی کی اور میرے بارے میں جھوٹ بولا۔

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے پہلا شخص جو میرے پاس حوض کوثر پر آئے گا اور تم میں سے سب سے پہلے جو اسلام لایا وہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اور حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ سب سے پہلا شخص جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لایا وہ حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہؑ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ میں تو ادریس سونے والا یعنی علیؑ اور وہ دونوں یعنی حسنؑ اور حسینؑ قیامت کے دن ایک مکان میں ہوں گے۔

۱۸۔ جنت تین افراد کی مشتاق ہے:

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی یعنی علیؑ، عمارؓ اور سلمانؓ کی مشتاق ہے۔

۱۹۔ حضرت علیؑ جنت میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوں گے:

حضرت ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی نکاح کروں یا اس سے نکاح کروں وہ میرے ساتھ جنت میں ہو، تو اس نے مجھے (یہ بات) عطا فرمادی، اور عبد اللہ بن سعد بن زرارہ اپنے والد اسعد بن زرارہؓ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر علیؑ کے بارے میں تین باتوں کی وحی کی گئی یہ کہ وہ مومنین کا سردار ہے، متقین کا پیشوا ہے۔ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کو سمجھنے کر لے چلنے والا (یعنی صالحین کا رہبر) ہے۔

اور حضرت علیؑ بن ابی طلحہ سے مروی ہے: کہ ہم نے حج کیا پھر ہمارا مدینہ منورہ میں حضرت حسنؑ بن علیؑ کی طرف جانا ہوا اور ہمارے ساتھ معاویہ بن خدیج تھے جو حضرت علیؑ کے خلاف بہت بد زبانی کرتے تھے، حضرت حسنؑ نے کہا کہ تو حضرت علیؑ کو بکوت گالیاں دیتا ہے تو اس نے کہا، اللہ میں ایسا نہیں کرتا فرمایا کہ اگر تو ان سے ملا اور میں نہیں کہتا کہ تو ان سے قیامت کے دن لٹے گا تو تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے حوض پر (آپ ﷺ کے ہمراہ پائے گا منافقین کے جھنڈوں کو آپ ﷺ سے روکتا ہوا۔ ان کے ہاتھ میں موج (ایک خار دار کھڑکی) کی ایک لاشمی ہوگی۔ مجھ سے یہ بات سچ بولنے والے نے بیان کی جن کے صدق کی شہادت وہی جانتی ہے حضور نبی کریم ﷺ پر جس نے افتراء کیا وہ برباد ہو۔

۲۴۔ خانوادہ نبوی سے لڑائی اور صلح کی حقیقت:

اور حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے: وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے فرمایا کہ جس سے تمہاری لڑائی ہے اس سے میری لڑائی بھی ہے جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری صلح بھی ہے۔

۲۵۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ سے نبی اکرم ﷺ کی محبت:

اور حضرت بریدہؓ سے روایت ہے: کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبت رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؑ سے تھی اور مردوں میں حضرت علیؑ سے۔

حضرت بلع بن عمیرؓ سے مروی ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہؑ کے یہاں گیا تو میں نے حضرت عائشہؑ کی آواز کو پردے کے پیچھے سے سنا۔ اور میری والدہ حضرت عائشہؑ سے حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کر رہی تھیں تو حضرت عائشہؑ نے کہا کہ تو مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہے کہ واللہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتی جو رسول اللہ ﷺ کو ان (حضرت علیؑ) سے زیادہ محبوب ہو اور نہ زمین پر کوئی ایسی عورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ان کی زوجہ (یعنی حضرت فاطمہؑ) سے زیادہ محبوب ہو۔ ان تمام احادیث کو مستدرک میں حاکم نے روایت کیا ہے۔

۲۶۔ حضرت علیؑ کو گرمی اور سردی کا احساس نہ ہونے کی وجہ:

امام نسائی نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے: کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے کہا اور وہ اس وقت ان کے ساتھ جا رہے تھے کہ لوگ آپ کی اس بات سے تعجب کرتے ہیں کہ آپ سردی میں دو ہار یک پہنوں میں نکتے ہیں جبکہ گرمی میں سخت اور گاڑھے پہنوں میں نکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے ساتھ خیر میں نہیں تھا تو انہوں نے کہا کیوں نہیں میں وہاں تھا کہا کہ (واقعہ یہ ہوا تھا) کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا اور ان کے لئے جھنڈا تیار کیا اور وہ واپس آ گئے۔ اور حضرت عمرؓ کو بھیجا اور ان کے لئے جھنڈا تیار کیا پھر وہ بھی لوگوں کے ساتھ واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتا ہے اور وہ بھانٹے والا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور اس وقت میری دونوں آنکھیں دکھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور کہا کہ اے اللہ گرمی اور سردی کی آفت سے تو اس کے لئے کافی ہو جا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ بس اس کے بعد سے نہ میں نے گرمی کی تکلیف محسوس کی اور نہ ہی سردی کی۔

۲۷۔ حضرت علیؑ کا خاص اعزاز:

ابو جعفر محمد بن علیؑ سے انہوں نے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاصؓ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے: کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے اور آپ ﷺ کے پاس ایک قوم کے کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ پھر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ آئے تو جب وہ اندر داخل ہوئے تو وہ لوگ وہاں سے باہر نکل گئے اس پر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور پھر بولے واللہ کسی نے ہم کو باہر نکالا اور ان کو اندر بھیجا پھر لوٹ کر اندر آگئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا واللہ میں نے اُس کو اندر نہیں داخل کیا اور نہ تم کو نکالا۔ بلکہ اللہ نے اُس کو اندر داخل کیا اور تمہیں باہر نکالا۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: کہ "حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؑ تو میرا مخلص اور امانت دار ہے۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے بیچ کو پھاڑا اور اس میں سے درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے یہ بات کھول کر فرمادی کہ درحقیقت مجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور مجھ سے مناقق کے کوئی بغض نہیں نہ رکھے گا۔

۲۸۔ حضرت علیؑ سے محبت:

حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے: کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اُن سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تو مجھ سے حضرت علیؑ کے بارے میں نہ پوچھ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں سے اُن کے گھر کی طرف دیکھ۔ اُس نے کہا کہ میں تو اُن سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا تجھ سے بغض رکھے گا۔

۲۹۔ دربار نبوت میں حضرت علیؑ کا مقام:

اسی طرح حضرت ابو زرہ بن عمرو بن جریرؓ سے انہوں نے عبد اللہ بن یحییٰ سے روایت کی ہے: انہوں نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں ہر رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اگر آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوئے جوتے تو سبحان اللہ کہہ دیتے۔ اور میں یہ سن کر واپس ہو جاتا اور اگر نماز نہ پڑھ رہے ہوتے تو مجھے اجازت دے دیتے اور پھر میں اندر داخل ہو جاتا۔

حضرت ابو الاسود اور ایک اور شخص سے، انہوں نے زاذان سے روایت کی کہ فرمایا حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے کہ واللہ جب میں سوال کرتا تھا تو مجھے دیا جاتا تھا اور جب خاموش ہوتا تھا تو مجھ سے بات شروع کی جاتی۔

محمد بن اسامہ بن زیدؓ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے علیؑ تو میرا داماد ہے اور میرے بیٹوں کا باپ ہے، میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔"

۳۰۔ حضرت علیؑ کی صحت کے لیے زبان نبوت سے نکلنے والی دُعا:

سليمان بن عبد الله بن اخطابؓ سے انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے: کہ میں بنا ہوا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ میرے گھر پہنچے میں لینا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے میرے پہلو پر ٹیک لگائی، پھر مجھے اپنا پیر اڑھایا پھر جب دیکھا کہ مجھے کچھ سکون ہو گیا ہے تو مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ پھر جب نماز ادا کر چکے تو آپ ﷺ واپس تشریف لائے مجھ پر سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کہ اے علیؑ اٹھ اور میں اٹھا تو میں صحت یاب ہو چکا تھا، گویا مجھے پہلے کوئی بیماری ہی نہ تھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی نماز میں اپنے رب سے جو چیز بھی مانگی وہ اس نے مجھے عطا کی اور میں نے اپنی ذات کے لئے جو کچھ بھی سوال کیا وہ میرے لئے بھی کیا۔

۳۱۔ سرگوشی کرنے کے لیے صدقہ کے حکم کی منوخی میں حضرت علیؑ کا کردار:

حضرت علی بن علقمہؓ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَلَّيْتُمْ فَاطْمَئِنُّوا بِالذِّمَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَىٰهَا تَعَاهَدُونَ ۚ إِنَّهَا لَنَدَىٰ لَدُنَّ اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَاللَّذِينَ آمَنُوا لَأَعْلَىٰ مِنْكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۴﴾
 کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دو کہ صدقہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ کتنا یا رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ ایک دینار۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کہنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ایک جو کہ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو تو بہت گھٹانے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
 وَأَشْفَقْنَا أَنْ تَقْدِرُوا بِذُنُوبِكُمْ عَلَىٰ مَا كُنْتُمْ عَلَىٰهَا تَعَاهَدُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۴﴾
 دینے سے ڈر گئے۔ الخ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس حکم کی تخفیف میری وجہ سے کی گئی۔ [اس آیت کا شان نزول یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے منافق اپنی حیثیت جتانے اور لوگوں خصوصاً مسلمانوں پر رعب بھانے کے لئے نبی اکرم ﷺ سے "سرگوشی" میں گفتگو

شروع کر دیتے اور اس کے پیچھے کوئی حقیقی مقصد کارفرمانہ ہوتا اس لئے یہ حکم آیا کہ جو لوگ کپڑے پہننے سے سرگوشی کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے صدقہ کریں لیکن چونکہ منافق صدقہ کرنے میں کزور تھے اور پھر اس حکم کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا اس لئے کبھی یہ عرصہ کے بعد یہ حکم منسوخ کر دیا گیا، منہ میں نڈکڑ، عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ منسوخی کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کی رائے کی وہی الجئی تھی تصدیق کرنی چاہیے۔

۳۲۔ خانوادۃ نبوی ﷺ سے محبت کرنے والے کا مقام:

امام ترمذی، اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں سادات اہل بیت کے سلسلہ روایت سے روایت کی ہے دونوں کہتے ہیں: کہ ہم سے نصرت بن علی الجہمی نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہمیں علی بن جعفر بن محمد نے کہا، کہ مجھے خبر دی میرے بھائی موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے والد جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے انہوں نے اپنے والد علی بن حسین سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

۳۳۔ حضرت علیؑ کی شہادت پر حضرت حسن کا خطبہ:

اور حاکم نے سادات اہل بیت کے سلسلہ روایت سے روایت کی کہتے ہیں، ہم سے ابو محمد بن الحسن بن محمد بن یحییٰ بن ابی طاہر عقیلی حسنی نے روایت کی، کہا ہم سے اسمعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے روایت کی، کہا کہ

مجھ سے میرے چچا علی بن جعفر بن محمد نے روایت کی، کہا مجھ سے حسین بن زید نے عمرو بن علی سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد علی بن حسین سے: وہ کہتے کہ حضرت حسن بن علی نے جب کہ حضرت علیؑ شہید کئے گئے لوگوں کو خطبہ دیا۔ تو اللہ کی حمد و ثناء کی پھر کہا کہ آج رات اس شخص کی وفات ہو گئی، جن سے پہلے لوگ کسی عمل میں سبقت نہیں لے گئے اور نہ بعد والے ان کے مرتبہ کو پہنچنے اور رسول اللہ ﷺ اپنا جہنم ان کو دیا کرتے تھے تو وہ جنگ کرتے تھے، اور حضرت جبرئیل ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل ان کے بائیں طرف ہوتے، جو اس وقت تک وہاں نہیں لوٹتے تھے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح نہ دے دیتا تھا۔ اور زمین پر انہوں نے نہ تو سونا چھوڑا اور نہ چاندی سوائے سات سو درہم کے جو ان کے وہ خلیفہ میں سے نئے گئے تھے، ان کا ارادہ تھا کہ اس سے اپنی بیوی کے لئے کوئی خادم خریدیں گے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کو دو سری سند سے روایت کیا ہے عداؤد الاہلہ تک فقہ (یعنی اپنی بی بی کے لئے کوئی خادم خریدیں گے، تک)۔

پھر کہا ہے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن علی ہوں، میں نبی ﷺ کا بیٹا ہوں میں وصی کا بیٹا ہوں، میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں، میں اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں روشنی پھیلانے والے چراغ کا بیٹا ہوں اور میں اس گھر والوں میں سے ہوں کہ حضرت جبرئیل ہماری طرف ہزل ہوا کرتے تھے اور ہمارے ہی پاس سے اوپر چڑھا کرتے تھے، میں ان گھر والوں میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے

گندگی کو دور کیا اور ان کو کامل طور پر پاکیزہ کر دیا۔ اور میں ان گھر والوں میں سے ہوں جن سے محبت کرنے کو اللہ نے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَلْقَافَ حَسَنَةً فَمَا لَمْ يَلْقَافَ حَسَنَةً | اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے۔ (۲۲:۲۳)

تو اقرار ہند (نیکی کا کمانا) اہل بیت کی محبت ہے۔

[اس روایت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اقرار ہند سے مراد صرف اہل بیت کی محبت ہے۔ بلکہ مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اہل بیت یعنی خاندان نبوت سے محبت کرنا بھی اس اقرار ہند یعنی نیکی کمانے میں شامل ہے اور یہ اعزاز کسی دوسرے خاندان کو حاصل نہیں کہ اس سے محبت کرنا بھی نیکی کمانے کے زمرے میں شامل ہو۔]

۳۳۔ انصار کے ہاں منافقوں کی پہچان:

امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ ہم انصار والوں کی جماعت منافقین کو اسی علامت سے پہچانتے تھے یعنی حضرت علی بن ابی طالب کی ساتھ ان کے بغض کی وجہ سے۔

اور حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے علیؑ سے کوئی منافق محبت نہ کرے گا اور کوئی مومن ان سے بغض نہ رکھے

۳۵۔ حضرت علیؑ سے نبی اکرم ﷺ کی سرگوشی:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ طائف میں حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی سرگوشی اپنے بچپا کے بیٹے کے ساتھ طویل ہوگئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ نے اس سے سرگوشی کی ہے۔

۳۶۔ حضرت علیؑ کے لیے خاص اعزاز:

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ میرے اور تیرے سوا کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنابت کی حالت میں جائے۔ کہا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ گھسی سکے لئے یہ بات حلال نہیں کہ بحالت جنابت مسجد کو راست بنائے سوائے میرے اور سوائے تیرے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی شریف میں کھٹنے والے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے۔ [بعض روایات میں حضرت ابو بکرؓ کے معنی دروازہ (خود) کا ذکر بھی آیا ہے۔ لیکن حضرت علیؑ کے لیے ان کے سامنے کا دروازہ مسجد میں بنانے کی اجازت کا ذکر ہے۔ جبکہ حضرت ابو بکرؓ کو عقبی دروازہ (خود) مسجد میں کھولنے کی اجازت دی گئی]

۷۳۔ حضرت علیؑ سے محبت و دشمنی:

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ مجھ سے نبی اکرم ﷺ ہی ایسی نہ کھول کر بیان کر دیا کہ یہ حقیقت ہے کہ تجھ مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور تجھ سے منافق کے سوا کوئی دشمنی نہیں کرے گا۔

۳۸۔ حضرت علیؑ کی زندگی کے لیے دعا:

حضرت امّ علیہؑ سے روایت ہے کہتی ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جن میں حضرت علیؑ بھی شامل تھے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے دنا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دیجئے گا جب تک کہ علیؑ کو آپ مجھے نہ دکھادیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا حضرت علیؑ کے اوصاف پر تبصرہ

۱۔ شجاعت و حمیت وغیرہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل کا یہ جمل احوال ہے کہ اصل جبلت میں آپ اپنے اخلاق تو یہ رکھتے تھے جو عالی ہمت جو اس مردوں کے ہوتے ہیں یعنی شجاعت، قوت اور عنیت اور وقار تو بخشش خداوندی نے ان تمام اخلاق کو اپنی رضا کے کاموں میں صرف کیا اور ہر اس خلق سے جو آپ رکھتے تھے فیض ربانی کی اس کے ساتھ آمیزش سے ایک مقام پیدا ہو گیا۔ اور اخلاق سے مقالات کے پیدا ہونے کی بحث حضرت فاروق اعظم کے مناقب میں واضح کی

جاہلی ہے۔ اور امراض میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو کچھ (آگے کو یاد آگیاں بائیں) چمکتے تھے اور جب کسی شخص کا بازو پکڑ لیتے تھے تو اس کا دم بند کر دیتے تھے اور اس میں یہ استطاعت نہ رہتی کہ وہ سانس لے سکے اور وہ فریبی کے قریب تھے۔ زور دار کٹائی اور ہاتھ والے تھے۔ اور جب لڑنے کے لئے چلتے تو تیز رفتاری سے بڑھتے آپ نہایت دلیر اور نہایت طاقت ور تھے۔ جب بھی کسی سے سختی لڑی تو اس کو پچھاڑ دیا، بہادر اتنے تھے کہ جس سے بھی مقابلہ ہو آپ (اللہ کی نصرت سے) فتح یاب ہوئے۔

۲۔ وفاداری:

آپ کے اخلاق تو یہ ہیں سے ایک وفا تھی جب فیض خداوندی نے آپ کے اس اخلاق کو مہذب کر دیا تو آپ کے لئے "مقام محبت" مسلم ہو گیا۔ جو اتر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں کل ایک ایسے شخص کو چننا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اہل بیت حضرت علیؑ کو دیا۔

سورہ کلیل دینا دشمنوں کو:

آپ کے ایسے ہی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ آپ اپنے ہم چشموں کے ساتھ مقابلے میں اور دشمنوں کو لڑائی میں دیکھ لیتے تھے۔ فیض خداوندی نے اس وصف کو ان کی سوابق اسلامیہ میں صرف فرمادیا اور آخرت میں عجیب ثمرہ اس سے پیدا ہو گیا۔ اور یہ آپے گریہ

میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو کیونکہ وہ اللہ کی ذات اور اللہ کی راہ میں کچھ سخت ہے۔

ابو عمروؓ نے اسحاق بن کعب بن جمرہؓ سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے وہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ اللہ کی ذات کے بارے میں سخت ہے۔

۵۔ اپنے مشن کی تکمیل کرنا:

ان کے اوصاف میں سے ایک اپنی قوم اور اپنے بچا زاد کی محبت و حمیت میں مثلاً آپ کے کارِ منصبی کو پورا کرنے کا اہتمام کرنا اور اس کی مدد میں بہت قویہ کو کام میں لانا ہے، زیادہ تر یہ خصلت شریف لوگوں میں پیدا کی جاتی ہے۔

جب قبضہ الہی نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا داعیہ اُن کے نفس کے اندر ڈالا تو طبعی اور جسمی اوقات میں سے اُس خُلق نے اُس (داعیہ) کی خدمت کی اور اس مفہوم عقلی کو خوب واضح کر دیا تو اُس کو ایک نادر مقام حاصل ہو گیا کہ جس کی تعبیر رسول اللہ ﷺ کی اخوت اور آپ ﷺ کی سوالات سے اور لفظ و معنی اور وارث اور اُن کی مانند الفاظ سے کی جاتی ہے

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے دنیا اور آخرت میں کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر آپ ﷺ نے اُن میں سے ہر شخص سے کہا کہ تم میں سے کون دنیا اور آخرت میں میرا ساتھ دے گا

هَذَا مِنْ خُصَمَى الْمُتَخَفِّعُوا فِي بَرِيهِمْ | یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں باہم اختلاف کیا۔ (۲۳:۱۹)

اُن کی اور اُن کے رفقاء کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امام بخاری نے روایت کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے: انہوں نے کہا کہ میں سب سے پہلے دونوں زانوں کے بل پیچھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت دن کے اپنا مقدمہ پیش کروں گا [فریاد کروں گا کہ انہوں نے میرے ساتھ ایسی ایسی بد سلوکی کی]۔

حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی هَذَا مِنْ خُصَمَى الْمُغْ یعنی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں ایک دوسرے کے مقابلے میں لٹے، حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ یا ابو عبیدہ بن الحارثؓ اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور لید بن عتبہ۔

۳۔ کھر دراپن اور شمشیر برہند ہونا:

حضرت علیؑ کے اوصاف میں سے ایک وصف اُن کا کھر اپن، شمشیر برہند ہونا اور کسی کی پرواہ نہ کرنا اور اپنے عزم کو لوگوں کی خوشامد اور مرقت کی وجہ سے نہ توڑنا ہے۔ اور بخشش خداوندی نے ان کے اِس وصف کو نبی عن المنکر اور حفاظت بیت المال میں صرف کیا۔

حاکم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی بن ابی طالب کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ ہم

تو ہر ایک نے کہا نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان میں سے اکثر سے (یہ سوال کرتے ہوئے) گذر گئے پھر حضرت علیؑ نے کہا کہ میں آپ ﷺ کا دنیا اور آخرت میں ساتھ دوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت میں تو میرا دوست اور ساتھی ہے۔ اور اس حدیث کی تفصیل امام نسائی کی روایت سے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے سوا اپنی میں گذر چکی ہے۔

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذَرَّ مَاتَ أَوْ فُجِّلَ الْقَلْبُ بِسُؤَىٰ عَنُقَابِ مُحَمَّدٍ
یعنی سواگر آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے
یا آپ ﷺ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم
لوگ اُلے پھر جاؤ گے۔ (۳-۱۳۳)

اس کے بعد کہ اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی، واللہ ہم اُلے نہیں پھریں گے۔
واللہ اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو جس چیز پر آپ ﷺ نے
قتال کیا ہو گا میں اس پر ضرور قتال کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں بھی وفات پا جاؤں
واللہ میں آپ ﷺ کا بھائی اور آپ ﷺ کا دل اور آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا ہوں
اور آپ ﷺ کے علم کا وارث ہوں تو مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہے۔ حاکم نے
ابن اسحاقؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت فہم ابن عباسؓ سے سوال
کیا کہ تمہیں چھوڑ کر حضرت علیؑ رسول اللہ ﷺ کے وارث کیونکر ہو گئے؟ کہا کہ
اس لئے کہ وہ ہم سے پہلے ان سے مل گئے تھے اور ہم سے زیادہ شدت سے

آپ ﷺ کے ساتھ شملک رہے۔ اور اس تقریر سے دونوں فریق مفرطین (حد سے زیادہ کی کرنے والے) اور مفرطین (حد سے زیادہ بڑھانے والوں) کا فساد رائے واضح ہو گیا۔ ایک کہتا ہے کہ نصرت، حیثیت قومی کی بنا پر اغلاس نہیں ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ استحقاق خلافت میں اخوت، ایسی شرط ہے۔ واللہ اعلم

۶۔ زہد اختیار کرنا اور شہواتِ نفس کو حقیر جاننا:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبتی رکھنا اور شہواتِ نفس کو حقیر سمجھنا اور ان کے پیچھے نہ پڑنا۔ ابو عمرؒ روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے ہم ان کے ایک شخصِ ضرّارِ عدسی سے کہا کہ اے ضرّار ہم سے حضرت علیؑ کی صفت بیان کرو۔ ضرّار نے کہا کہ امیر المؤمنینؓ آپ مجھے معاف ہی رکھیے۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ تجھے کہنا ہی پڑے گا۔

ضرّار نے کہا کہ اب اگر ان کا وصف بیان کیے بغیر چارہ نہیں تو سنئے آپؑ اس قدر صفات والے تھے کہ جن کی انتہا تک رسائی دشوار ہے، آپ سخت قوتوں والے تھے۔ فیصلہ کن بات کرتے اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے، ان کی تمام اطراف سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے اور ان کے سب طرف حکمت نکلتی تھی۔ دنیا اور اس کی چمک سے وہ بیزار رہتے تھے رات اور اس کی وحشت سے مانوس ہوتے تھے، اور اللہ کے ڈر سے بہت آسو بہانے والے تھے، نظر (ذات و صفات حق) میں مستغرق رہتے۔ ان کو ایسا لباس پسند تھا جو چھوٹا ہو اور ایسا کھانا جو مونا، جھوٹا ہو، اور ہم

میں عام ساتھیوں کی طرح رہتے تھے۔ جب ہم ان سے کچھ سوال کرتے تو ہم کو جواب دیتے تھے۔ جب ہم یہ چاہتے کہ انتظار کریں تو ہمارا انتظار کرتے۔

اور نہ انی قسم باوجود اس کے کہ وہ ہم کو اپنے سے قریب تر رکھتے اور وہ ہم سے قریب رہتے تھے مگر ان کے زعم کی وجہ سے ہماری ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ان سے (بے تکلفی سے) گفتگو کریں، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے اور غریبوں کو پاس بٹھاتے۔ طاقت و راجہ تاج پر ہوتا وہ ان سے حمایت کی طمع نہ کر سکتا تھا اور ان کے انصاف سے کمزور باپوں نہیں ہوتا تھا۔ اور میں کو اسی وجہ سے کہ میں نے ان کو ان کی بعض خاص جگہوں میں جب کہ رات کی تاریکی خوب چھا جاتی اور ستارے چھپ جاتے ایسی حالت میں خود دیکھا ہے کہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اس طرح بیٹھ جاتا تھا کہ اسے دیکھا ہے کہ اسی طرح سانپ کا ڈسا بیچ و تاب کھاتا ہے اور اس طرح روتے تھے جس طرح غم زدہ روتا ہے اور کہتے کہ اے دنیا جاسکی اور کدو حو کا دے، تو میرا سامنا کرتی ہے یا مجھے اپنا شائق بناتی ہے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جس میں رجوع کی گنجائش نہیں ہے (تیرا حال تو یہ ہے کہ) تیری عمر تھوڑی ہے اور تیرا مرتبہ حقیر، انفس زاورادہ کی کمی اور سفر کی درازی ہے اور راستہ وحشت بھرا ہے۔ یہ عن کر امیر معاویہؓ رو پڑے اور انہوں نے کہا اللہ رحمت نازل کرے ابوالحسنؑ پر خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ پھر مجھ سے بولے کہ اے خضر! تجھ کو ان (کے فراق) کا کس دردِ غم ہو گا؟ میں نے کہا اس عورت کے غم کے برابر جس کے اکلوتے بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

ابو عمر نے عبد اللہ بن ابی الزہریل سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ گھر سے باہر آئے اور ان کے بدن پر ایک رے کے بنے ہوئے موٹے پکڑے کی قمیص تھی جس کی آستین اتنی تھی کہ اگر اسے کھینچا جائے تو ناخن تک پہنچ جائے اور جب اس کو چھوڑ دیا جائے تو آدھے بازو تک پہنچ جائے۔

۷۔ حضرت علیؑ کی پرہیز گاری اور بیت المال کے بارے میں ان کی احتیاط پسندی:

ان میں سے ایک اور آپؑ کی پرہیز گاری اور مشتہ چیزوں سے بچنا ہے۔ ابو بکر بن ابی شیبہؓ نے ام کلثومؓ سے روایت کی ہے: کبھی میں نے ام کلثومؓ سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس لیموں لائے گئے اور حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ نے جا کر ان میں سے ایک لیموں اٹھا لیا تو انہوں نے اس کے ہاتھ سے اسے چھین لیا پھر حکم دے کر تقسیم کر دیا۔

اور ابو عمر نے روایت کی ہے کہ تقسیم اموال کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ حضرت ابو بکرؓ کے طریقے پر چلتے تھے اور جب ان کے پاس کہیں سے مال آتا تو اس میں سے کچھ باقی نہ چھوڑتے اور سب تقسیم کر ڈالتے اور بیت المال میں اس میں سے کچھ باقی نہ رہنے دیتے۔ بجز اس صورت کے کہ اس کے تقسیم کرنے سے اس دن تھک گئے ہوں اور کہتے کہ اے دنیا کسی دوسرے کو دھو کا دے، اور مال نے میں سے اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے تھے اور نہ کسی اپنے مخلص اور مقرب کے

لے کوئی تخصیص کرتے تھے، اور شہروں کے والی بنانے میں کسی کو خاص نہیں کرتے تھے، سوائے ایسے لوگوں کے جو صاحب دیانت و امانت ہوتے، اور جب ان کو کسی کی طرف سے خیانت کی اطلاع پہنچتی تو اس کو یہ لکھ کر بھیجے

قَدْ جَاءَتْكُمْ قَوْلِيَّةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب
کی طرف سے نصیحت نامہ آچکا ہے۔ (۱۰:۵۷)

أُولَئِكَ الْبُكِّيَانُ وَاللَّيْذَانَ بِالْقَيْطِ وَلَا
تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں
کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو۔ اور
زمن میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید
و عدل) سے نہ نکلو۔ اللہ کا
دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بیچ جائے وہ
تمہارے لئے (اس حرام کمائی سے
بیکر جدا بہتر ہے اگر تم کو یقین
آئے (تومان لو) اور میں تم پر پہرہ والا
نہیں۔

جو میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہمارے
حساب کا مال ہے اس کو محفوظ رکھو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس ہم اس شخص کو بھیج
دیں جو تم سے اس کو وصول کرنے، پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہتے یا اللہ

بے شک آپ جانتے ہیں کہ میں نے ان کو حکم نہیں دیا کہ وہ آپ کی مخلوق پر ظلم
کریں اور نہ حکم دیا کہ آپ کے حق کو ترک کر دیں۔

ابو عمرؓ نے مجمع التیمیٰ سے روایت کی ہے: کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ بیت المال
میں رکھا تھا اس کو تقسیم کر دیا پھر حکم دیا تو اس میں جھڑوا دی گئی پھر یہ امید کرتے
ہوئے کہ وہ ان کے لئے قیامت کے دن گواہی دینگے اس میں نماز پڑھی۔ اور ابو عمرؓ
نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ
حضرت علیؑ کے پاس اصفہان سے مال آیا تو اس کو سات حصوں (۷/۱) پر تقسیم کیا اور
اس میں ایک روٹی ملی تو اس کو بھی سات ٹکڑوں پر تقسیم کر دیا، اور مال کے ہر جزو پر
ایک ایک ٹکڑا کر دیا۔ پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کونسا پہلے
کو دیا جائے۔

اسی طرح ابو عمرؓ نے معاذ بن العلاء سے جو ابو عمر بن العلاء کے بھائی
تھے، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ
میں نے حضرت علیؑ بن ابی طالب سے سنا فرماتے تھے کہ تمہارے مال (خراج) میں
سے میرے حصہ میں اس بوتل کے سوا کچھ نہیں آیا، اس کو ہدیہ میرے پاس دینا
کا شکرانہ بھیجا تھا۔ پھر بیت المال کے اندر لے کر اس میں جو کچھ بھی تقاسم تقسیم
کر دیا۔ پھر یہ فرماتے جا رہے تھے وہ کامیاب رہا جس کے پاس ایک نوکری ہو، اور وہ
روزانہ ایک مرچہ اسی میں سے کھالیا کرے۔

ابو عمرؓ نے ابو حنیان تمیمیؓ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو منبر پر دیکھا، آپؑ یہ فرما رہے تھے کہ میری یہ تلوار مجھ سے کون خریدے گا؟ اگر میرے پاس ایک لنگی کی قیمت موجود ہوتی تو میں اُسے کبھی فروخت نہ کرتا، تو ایک شخص اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ لنگی کی قیمت میں پیش کر دوں گا۔

۸۔ لنگی پر صبر کرنا:

اُن میں سے ایک لنگی کے ساتھ گزر اوقات پر صبر کرنا، اور اُس کو اپنے نفس پر گوارا کرنا ہے۔ ابو بکرؓ نے ابو بکرؓ سے روایت کی ہے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ فاطمہؑ بنت اسد سے کہا کہ آپ حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ کی مدد کیجئے اور اُن کے لئے باہر کی خدمت مٹھاپانی بھرنے اور ضرورت کی چیزیں لا کر دینے میں اُن کا ہاتھ بٹائیے اور وہ آپ کے سب کام گھر کے اندر کے کر دیا کریں گی مٹھا آنا گوند، ہنا، روئی پکانا اور آٹا پیسنا۔ ابو بکرؓ نے عمارت سے روایت کی ہے کہ اُن سے حضرت علیؑ نے کہا کہ جب (حضرت فاطمہؑ) میرے نکاح میں آئیں اس وقت ہمارے پاس مینڈھے کی ایک کھال کے سوا کچھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔

ابو بکرؓ نے ضرر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے لئے گھر کے اندر کے کاموں کا اور حضرت علیؑ کے لئے گھر کے باہر کے کاموں کا فیصلہ کیا۔

احمد بن حنبل نے عطاء بن السائب سے وہ اپنے والد سے وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اُن سے حضرت فاطمہؑ کا نکاح کیا تو اُن کے ساتھ ایک چادر، ایک چمڑے کا کتبیہ جس میں سمجور کی پھمال بھری ہوئی تھی، دو چکی کے پاٹ، مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے۔ ایک دن حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ واللہ میں نے اتنا پانی بھرا کہ میرے سینے میں بیماری ہو گئی اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں، تو تم اُن کے پاس جاؤ اور اُن سے ایک خادم مانگو تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ واللہ میں نے اتنا آٹا پیسا ہے کہ میرے دونوں ہاتھوں میں آٹے پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہؑ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بٹیا کس ضرورت سے آئی ہو، انہوں نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو سلام کرنے کے لئے آئی ہوں وہ اس سے شرمائیں کہ آپ ﷺ سے سوال کریں اور وہ اس جلی گئیں تو حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا کر کے آئی ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے حیا آئی کہ میں آپ ﷺ سے سوال کروں۔ پھر وہ دونوں اٹھے ہو کر خدمت نبوی ﷺ میں آئے۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اتنا پانی بھرا ہے کہ میرے سینے میں بیماری ہو گئی اور حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ میں نے اتنا آٹا پیسا ہے کہ میرے ہاتھوں میں آٹے پڑ گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں اور وسعت عطا کر دی ہے، تو ہمیں کوئی خادم دے دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ واللہ میں تمہیں نہیں دوں گا اور (تمہیں دے کر کیسے) اہل مشقہ کو اس حال پر چھوڑ دوں کہ اُن کے پیٹ سکوڑ

رہے تھے اور ان پر خرچ کرنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ میں ان کو فروخت کروں اور ان پر ان کی قیمت خرچ کروں۔ پھر ہم دونوں واپس آگئے۔ اس کے بعد ان دونوں کے پاس خود نبی اکرم ﷺ پہنچے اور اس وقت وہ دونوں اپنی اپنی چادروں میں داخل ہو گئے تھے (وہ چادریں اتنی چھوٹی تھیں کہ) جب دونوں اپنا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتے تھے۔ تو دونوں اٹھ بیٹھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو پھر کہا کہ کیا میں تم کو اس چیز سے باخبر نہ کروں جو اس چیز سے اچھی ہے جس کا سوال تم نے مجھ سے کیا ہے۔ دونوں نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا چند کلمات ہیں جو مجھے حضرت جبرئیل نے سکھائے ہیں۔ فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ اور اللہ اکبر دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب اپنے بستر پر لیٹے لگو تو سبحان اللہ تینتیس مرتبہ اور الحمد للہ تینتیس مرتبہ اور اللہ اکبر چونتیس مرتبہ پڑھو۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ جب سے مجھ کو یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں، میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ ابن الکوہانے پوچھا کہ کیا صفین والی رات میں بھی (ان کو ترک نہیں کیا)؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ خدا مجھے غارت کرے اسے اہل عراق اہل صفین کی رات میں بھی نہیں چھوڑا۔ [جنگ صفین کے بعد حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان کچھ فتنہ فیسوں کی بنا پر لڑی گئی اور اس میں ایک رات ایسی بھی گزری کہ جب رات بھر وہ لڑائی ہوتی رہی اور سونے کی نوبت ہی نہ آئی۔ تو ابن الکوہانے اسی رات کے متعلق پوچھا تھا مگر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ باوجود اس بات کے۔ کہ

اس رات سونے کی نوبت نہیں آئی میں نے ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرنا اس رات بھی ترک نہیں کیا

احمد بن حنبل نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ مجھ کو بہت سخت بھوک لگی، تو میں کسی کام کی تلاش میں عموالی مدینہ کی طرف نکل گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت نے مٹی کے ڈھیلے جمع کر رکھے ہیں، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو پانی سے بھگونانا چاہتی ہے۔ تو میں نے اس سے معاملہ اجرت لے لیا کہ وہ ہر ڈول کے بدلے میں مجھے ایک کجور دیگی۔ تو میں نے سولہ ڈول نکالے حتیٰ کہ میرے دونوں ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ پھر میں پانی لایا تو اس سے تکلیف اٹھائی اس کے بعد میں نے لہنی دونوں ہتھیلیاں اس عورت کے سامنے کر دیں (کہ وہ آبلے دیکھ کر اور پانی لانے پر امرار نہ کرے) تو اس نے سولہ کجوریں گین کر مجھے دیں۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو پورا حال سنایا۔ تو آپ ﷺ نے بھی میرے ہمراہ وہ کجوریں تناول فرمائیں۔ احمد بن حنبل نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے: کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اپنی حالت ابھی خرچ یاد ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا اور میں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر بھر باہر رکھا تھا۔ اور آج (میری تو نگری کا یہ حال ہے کہ) میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار (دینار) نکلتی ہے۔

۹۔ نبی اکرم ﷺ سے نئے ہوئے علوم کو یاد رکھنا:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جناب رسالت نبوی ﷺ سے نئے ہوئے علوم کو محفوظ رکھنا اور ان کو ضرورت کے وقت اپنے موقع میں صرف کرنا۔ اور حضرت عمرؓ اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے کہ کسی ایسے اچھے ہوئے مسئلہ میں انھیں جسے حضرت علیؑ (ابو الحسن) نہ سیکھا ہو۔

شیخ الشیوخ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں یہ روایت نقل کی ہے عبد اللہ بن الحسن سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

وَتَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرُّكُمْ وَهِيَ آيَةُ (۱۲: ۲۹)

یعنی اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر اس کی بعد میں کسی چیز کو کبھی نہیں بھولا، حالانکہ اس سے پہلے مجھے نسیان ہو کر آتا تھا۔

احمد بن حنبل نے ابوالہتیزی سے روایت کی ہے: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا ہے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے کہا کہ اس مال کے بارے میں تمہاری کیارے ہے جو ہمارے پاس بچ جائے تو لوگوں نے کہا کہ امیر المؤمنین ہم نے آپ کو غافل کر دیا آپ کے اہل و عیال سے اور جائیداد اور

تجارت سے لہذا جو مال بچ جائے وہ آپ کا ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ وہی جس کا لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحیح بتاؤ تو میں نے کہا کہ آپ اپنے یقین کو خن کیوں بنا رہے ہیں تو کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا اس کی دلیل ضرور دینا پڑے گی۔ تو میں نے کہا ہاں واللہ میں ضرور دلیل دوں گا۔ کیا آپ کو یاد ہے جب کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے ساسی (مختل صدقات) بنا کر بھیجا تھا پھر آپ حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو اپنا صدقہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور آپ دونوں میں کچھ ان بن تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ نبی ﷺ کے پاس چلو۔ تو ہم نے آپ کو مختل سے منع کیا تو ہم وہاں آگئے۔ پھر اگلے دن آپ ﷺ کے پاس دوبارہ گئے تو آپ ﷺ کو مختل کو فرما دیا اور فرما دیا تو آپ نے آنحضرت ﷺ سے اس فعل کا ذکر کیا جو حضرت عباس نے کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ ایک شخص کا چچا اس کے باپ کی شایع ہوتا ہے اور ہم نے اس انتہا کا بھی ذکر کیا جس کو پہلے دن میں دیکھا تھا۔ اور اس اجساد کا بھی جو دوسرے دن دیکھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں میرے پاس پہلے دن آئے تو مال یہ تھا کہ میرے پاس صدقہ میں سے دو دینار بچے ہوئے تھے تو جو کچھ انتہا میں مجھ میں تم نے دیکھا اس کا سبب یہی تھا اور آج تم ایسے وقت آئے کہ میں ان دونوں دیناروں کو صرف کر چکا ہوں تو یہ وہ سبب ہے اس اجساد کا جو تم نے مشاہدہ کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ آپ نے سچ کہا ہم دنیا اور آخرت میں آپ کے شکر گزار رہیں گے۔

ابو عمرؓ نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کی کہتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ کی ایسی مشکل سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ جس کا حل ابوالحسنؑ (حضرت علیؑ) نہ کر سکیں۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اُس مجنون کے بارے میں جس کے رجم کا حضرت عمرؓ نے علم دیا تھا اور اُس عورت کے بارے میں جس کا چھ ماہ میں وضع حمل ہو گیا گفتگو کی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے اُس کے رجم کا ارادہ کیا تو ان سے حضرت علیؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ لَّمْ يُفِضْهُ لَتَالْفِئْتَانِ فَذَنْبُهُ** (۱۵:۲۶) (یعنی اس کے حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں) اور یہ کہ اللہ نے مجنون کو مرفوع العلم (غیر مکلف) قرار دیا ہے۔ اللہ ریت اِس پر حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اُس علیؑ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ابو عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہیں: کہتے ہیں کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں کا سب سے بڑا قاضی حضرت علیؑ بن ابی طالب ہے۔

ابو عمرؓ نے حضرت ابو ظفیرؓ سے روایت کی ہیں: کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے پاس اُس وقت موجود تھا جب وہ خطبہ دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھئے۔ واللہ قرآن کریم کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں اُس کا حال بخوبی جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ ابو عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے: کہا خدا کی قسم یقیناً

حضرت علیؑ بن ابی طالب کو دس میں سے نو حصہ علم دیا گیا تھا اور خدا کی قسم وہ اُس (بقیہ) دسویں حصہ میں بھی شریک تھے۔

۱۰۔ ذہن کی تیزی اور فیصلوں کی برجستگی:

اُن میں سے ایک ذہن کی تیزی اور اُس کا سرعت کے ساتھ حکم کے ماخذ کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اور یہ طبعی خاصیت اُن کے عدالتی فیصلوں میں نظر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے بہت سی سন্দوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔ اور سب سے بڑا قاری ابی ہے۔ اور اس بات میں حضرت علیؑ امر تقی سے بہت سی عجیب باتیں نقل گئی ہیں۔

ابو عمرؓ نے عاصم سے انہوں نے زربن حبیش سے روایت کی ہیں: کہتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ اُن میں سے ایک کے پاس پانچ روئیاں اور دوسرے کے پاس تین روئیاں تھیں۔ جب انہوں نے کھانا کھانا شروع کیا تو ان کے پاس سے ایک شخص کا گندہ ہوا اُس نے انہیں سلام کیا۔ اُن دونوں نے کہا ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیے وہ بیٹھ گیا اور اُس نے اُن دونوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور اُن آٹھ روٹیوں کے کھانے میں سب برابر کے حصہ دار ہوئے۔ پھر وہ شخص اٹھا اور اُس نے دونوں کو آٹھ درہم دینے اور کہا کہ تم دونوں اُس کھانے کے عوض میں جو میں نے کھایا اور جو تمہارے کھانے میں حصہ دار ہوا ہے لے لو۔ اب اُن دونوں میں جھگڑا ہوا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میرے پانچ درہم ہیں اور تیرے تین۔ اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ درہم ہمارے درمیان

آدمے آدمے تقسیم ہو گئے۔ یہ دونوں اپنا مقدمہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کے پاس لائے، اور دونوں نے اپنا اپنا موقف آپ سے بیان کیا تو آپ نے تین رویوں والے ستے کہا کہ تیرے سامنے تیرے ساتھی نے جو کچھ پیش کیا وہ درست ہے۔ حالانکہ اُس کی روایتیں تیری روایتوں سے زیادہ تھیں تو تین پر راضی ہو جا کر اُس نے کہا کہ واللہ میں کسی واضح دلیل کے بغیر راضی نہیں ہوں گا۔ تو حضرت علیؑ نے کہا کہ واضح دلیل کے ساتھ تیرا ایک درہم کے سوا کوئی حق نہیں۔ اُس شخص نے کہا سبحان اللہ! اسے امیر المؤمنین! وہ میرے سامنے تین درہم پیش کرتا ہے میں اس پر راضی نہیں ہوا اور آپ نے بھی اُن کے لیے مشورہ دیا مگر میں راضی نہ ہوا اور اب آپ مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ واضح دلیل کے ساتھ میرا حق صرف ایک درہم ہے۔ تو اُس سے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تیرے ساتھی نے تیرے سامنے بلور صلح کے یہ بات رکھی کہ تو تین درہم لے لے مگر تو نے کہا کہ میں واضح دلیل کے بغیر راضی نہ ہوں گا اور واضح دلیل کے ساتھ تیرا حق صرف ایک درہم ہے تو اُس شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے یہ صورت واضح دلیل کے ساتھ سمجھائیے جس کو میں قبول کر لوں تو حضرت علیؑ نے کہا کہ کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکٹ نہیں ہوتے۔ تم نے اُن ہی کو کہا یا اور تم تین آدمی تھے اور یہ معلوم نہیں کہ تم میں سے زیادہ کس نے کہا یا اور کس نے کم لہذا تم یہ سمجھو کہ تم سب نے برابر کہا یا۔ اُس نے کہا بیشک حضرت علیؑ نے کہا اور تو نے اُن میں سے خود آٹھ تہائیاں کہا ہیں اور تیری کل نو تہائیاں تھیں۔ اور تیرے ساتھی نے آٹھ تہائیاں کہا ہیں اور اُس کی پندرہ تہائیاں تھیں، اُس نے اُن

میں سے آٹھ کہا ہیں اور اس کی سات باقی رہیں جو اُس شخص نے کہا ہیں اور تیری نو میں سے ایک اُس نے کہا ہے تو تیرے حصہ میں اُس تیری ایک تہائی کے مقابلہ میں ایک درہم آیا اور اس کے سات ہوئے۔ تو اُس شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہو گیا۔ اور الریاض میں محمد بن زبیر سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں پہنچا تو وہاں مجھے ایک ایسا بوڑھا شخص ملا کہ بزحاپے سے اُس کی ہنسلیاں شکوہی تھیں۔ میں نے کہا اے شیخ آپ نے (اکابر میں سے) کس کو پایا ہے؟ اُس نے کہا کہ حضرت عمرؓ کو میں نے کہا کہ آپ نے کونسا جہاد کیا؟ کہا ہر موک۔ میں نے کہا کہ مجھ سے کوئی بات بیان کیجئے جس کو آپ نے حضرت عمرؓ سے سنا ہو۔ کہا کہ میں چند نوجوانوں کے ساتھ حج کے لئے نکلا تو ہمیں شجر مرغ کے انڈے ہاتھ آ گئے (یعنی اُن کو کھایا) اور ہم احرام باندھ چکے تھے۔ جب ہم مناسک حج ادا کر چکے تو ہم نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو وہ پلٹ پڑے اور کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے حجروں تک پہنچ گئے اور اُن میں سے ایک حجرے پر دستک دی۔ تو اُن کو ایک عورت نے اندر سے جواب دیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا یہاں ابوالحسن (حضرت علیؑ) ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ نہیں پھر حضرت عمرؓ سایہ دار جگہ میں چلے گئے اور پھر وہاں لوٹے اور ہم سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، یہاں تک کہ حضرت علیؑ تک پہنچ گئے اور وہ اپنے ہاتھ سے مٹی کو ہموار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہر جا امیر المؤمنین۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان لوگوں نے شجر مرغ کے انڈے اٹھا کر کھائے کہ جب کہ یہ احرام کی حالت میں تھے

انہوں نے کہا کہ آپؑ نے مجھے کیوں نہ بلایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ کے پاس مجھے خود ہی آنا چاہئے تھا۔ حضرت علیؑ نے مسئلہ کا حل بتاتے ہوئے کہا کہ ایسی نوجوان لڑکیوں کو جو ابھی حاملہ نہ ہوئی ہوں اور وہ انڈوں کی تعداد کے برابر ہوں۔ یہ حضرات لے لیں اور نوجوان اونٹوں سے حاملہ کرائی جائیں جب ان سے بچے پیدا ہوں تو ان کو ہدی بنا کر بھیج دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اونٹوں میں اسقاط بھی تو ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ انڈے بھی تو کھدے ہو جاتے ہیں تو جب حضرت عمرؓ وہاں ہوتے تو کینے لگے ہاں یا اللہ مجھ پر کوئی مشکل ایسی نہ ڈالے کہ جب ابو الحسنؑ (حضرت علیؑ) میرے پاس نہ ہوں۔

حسن معتر سے مروی ہے: کہ ایک قریشی عورت کے پاس دو آدمی آئے اور دونوں نے بطور امانت ایک سو دینار اس کے سپرد کیے۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کو ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا جب تک کہ دوسرا ساتھی اس کے ساتھ نہ ہو۔ اب وہ دونوں ایک سال تک غائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے وہ دینار مجھے دیدو تو اس خاتون نے انکار کر دیا۔ تو وہ اس کے پاس اس کے شوہر وغیرہ کو لے کر پہنچا۔ اور اس کے ساتھ بات چیت ہوتی رہی، یہاں تک کہ اس نے وہ دینار اس کو دیدیئے۔ پھر ایک سال اور گذر گیا تو دوسرا ساتھی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے دینار ادا کر دیجئے۔ عورت نے کہا کہ تیرا ساتھی میرے پاس آیا تھا اور اس نے بیان کیا تھا کہ تو مر چکا ہے تو میں نے اس کو وہ دینار دیدیئے۔ اس مقدمہ کو وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔ تو انہوں نے

عورت کے خلاف فیصلہ دینے کا ارادہ کیا ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ میری رائے میں تجھ پر ضمان ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپؑ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کریں اور ہم کو حضرت علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیج دیں۔ تو آپؑ نے دونوں کو حضرت علیؑ کے پاس بھیج دیا۔ آپؑ نے حال سن کر سمجھ لیا کہ دونوں نے اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔ تو آپؑ نے کہا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کو ہم میں سے کسی ایک کو بغیر دوسرے ساتھی کے نہ دینا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؑ نے کہا تیرا مال ہمارے پاس ہے۔ تو تو اپنے ساتھی کو لے کر آتا کہ تم دونوں کو وہ مال دے دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھیجی کی طرف بھیجا وہاں آپؑ نے چار آدمیوں (کی لاٹوں) کو پایا جو کہ ایک گھر سے گڑھے میں گھر گئے تھے جو اس لئے کھودا گیا تھا کہ اس میں شیر کا شکار کیا جائے۔ اول ایک شخص کراہو دوسرے سے لپٹ گیا اور یہ گرتے ہوئے دوسرے سے لٹک گیا۔ اس طرح چار آدمی اٹھنے لگے۔ پھر ان کو شیر نے مجروح کر دیا اور ان زخموں سے سب مر گئے پھر ان کے وارث آپس میں جھگڑے یہاں تک کہ قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جاتی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہا کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو وہی فیصلہ رہے گا ورنہ میں تم میں سے کسی ایک کو دوسرے سے روکوں گا تاکہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاؤ تاکہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دیں۔ ان قبائل سے جنہوں نے یہ گڑھا کھودا تھا جمع کرو ایک چوتھائی دیت

اور ایک تہائی دیت اور نصف دیت اور ایک دینت پوری۔ تو سب سے پہلے گرنے والے کی دیت چوتھائی ہوگی کیونکہ اس نے اپنے سے اُوپر والے (تین) لوگوں کو ہلاک کیا اس کے بعد گرنے والے کی دیت ایک تہائی ہوگی، اس لئے کہ اُس نے بعد والے دونوں افراد کو ہلاک کیا اور تیسرے شخص کی دیت نصف ہوگی کیونکہ اُس نے اگلے چوتھے شخص کو ہلاک کیا اور سب سے آخر میں گرنے والے شخص کی دیت پوری ہوگی۔ انہوں نے اس پر راضی ہونے سے انکار کر دیا، پھر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے مقام ابراہیم کے نزدیک ملے اور سب قبضہ آپ ﷺ کو سنایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور گھنٹوں کے گرد چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ [اُس زمانے میں فیصلہ کرنے والی شخصیت مقدمہ کے دوران چادر کو کمر سے گزار کر گھنٹوں کے گرد لپیٹ لیتے تھے] پھر اُن لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت علیؑ نے ہمارے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ پھر جب اس کی تفصیل آپ ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے اُس کو برقرار رکھا۔

اور عمارت سے مروی ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس ایک عورت کو لایا اور اُس نے کہا اے امیر المؤمنینؑ اُس نے مجھ سے اپنا عیب چھپایا اور یہ مجھ سے ہے تو حضرت علیؑ نے اُس پر بیچے سے اوپر تک نظر ڈالی اور اُس کو درست قرار دیا۔ اور عورت خوبصورت تھی تو آپؑ نے اُس سے فرمایا کہ تیرے ہارے میں یہ کیا کہتا ہے عورت نے کہا کہ اللہ کی قسم امیر المؤمنینؑ مجھے کوئی جنون نہیں ہے لیکن میرا حال یہ ہے کہ جب وہ وقت آیا تو مجھ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ تو حضرت علیؑ نے کہا کہ تجھ

پر افسوس ہے اس کو لے جا اور اس کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔ تو ایسی عورت کا اہل نہیں ہے

حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے: کہ یمن میں حضرت علیؑ کے پاس تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک باندی سے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا، جس کے بعد اُس نے ایک لڑکا جنا۔ یہ سب اُس کے دعویدار تھے۔ حضرت علیؑ نے اُن میں سے ایک سے کہا کہ کیا تیرا دل اس لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ پھر دوسرے سے کہا کہ تیرا دل اس لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں پھر تیسرے سے کہا کہ کیا تیرا دل اس لڑکے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم ایک دوسرے کے مخالف شریک ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ ڈالوں گا جس کے نام پر قرعہ آپڑے گا اُس پر دو تہائی قیمت بطور تادان ڈالوں گا اور بچہ اُس کے سپرد کر دوں گا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اُس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں میرے خیال میں اور کوئی صورت نہیں آتی سوائے اُس کے جو علیؑ نے بیان کی ہے۔

حمید بن عبد اللہ بن زید مدنی سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا گیا جس کا فیصلہ حضرت علیؑ نے کیا تھا تو نبی ﷺ نے اُس کو پسند کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم میں یعنی اہل بیت میں حکمت رکھی۔ پھر کتنی ہی مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بتئیس تئیس حضور نبی کریم ﷺ کی برکات کی شعاہوں کا جلوہ گاہ بنے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

حق میں آپ ﷺ کے کھلے ہوئے معجزات نے بہت مرتبہ ظہور کیا ہے اور فیض الہی نے جو بہت عزت کو آپ کی تربیت میں لگایا یہاں تک کہ آپ کے مقامات کا بہت سا حصہ قوت سے فعل میں آگیا۔

جب کہ آپ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے گزدارش کی کہ یار رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو بڑی مردالے (تجربہ کار) ہیں اور میں ایک جوان (نا تجربہ کار) ہوں میں فیصلوں کا طریقہ نہیں جانتا، حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ یہ لشکر آپ ﷺ نے میرے چند پرہاتھ رکھا اور کہا بیشک اللہ تجھے سیدھی راہ پر چلائے گا اور تیری زبان کو مضبوط بنائے گا۔ اللہ ہی۔ روایت کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد مجھ پر کسی بھی عدالتی فیصلے میں مشکل نہیں ہوئی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کسی بھی عدالتی فیصلے میں مجھے شک نہیں ہوا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں اس کے بعد پھر ہمیشہ قاضی رہا۔

۱۱۔ حفظ قرآن کے لیے خصوصی عمل اور دعا کی تلقین:

حفظ قرآن عظیم کے بارے میں ترمذی کی روایت میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک خاص) نماز نفل تعلیم فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اسی دوران میں حضرت علیؑ بن ابی طالب آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یہ قرآن تو میرے سینہ سے باہر نکل جاتا ہے میں بھول جاتا ہوں۔ میں اپنے میں اس پر قادر ہونے کی قوت نہیں پاتا تو ان سے رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچائے اور اس کو بھی نفع پہنچائے جس کو تم ان کی تعلیم دو گے اور جو کچھ تم سیکھو اس کو تمہارے سینہ میں قائم کر دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم سے ہو سکے کہ تم ایک تہائی رات پر (جب باقی رہے) اٹھو کیونکہ وہ ساعت مشہورہ ہے (جس میں ملائکہ زمین پر اترتے ہیں) اور اگر نہ ہو سکے تو اڑھائی شب میں ہی کھڑے ہو جاؤ تو چار رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ (المحمد) اور سورہ نبت پڑھو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور خذ الدخان پڑھو، اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور اللہ تبارک و تعالیٰ السجدہ، اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور تبارک جو مفصل میں ہے پڑھو۔ پھر جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی حمد پڑھو اور اللہ کی شانہ احسان کے ساتھ کرو اور مجھ پر درود پڑھو اور احسان پر عمل کرو (یعنی حضور قلب کے ساتھ) اور تمام انبیاء پر درود پڑھو اور استغفار کرو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کے لئے اور اپنے اہل بھائیوں کے لئے جو ایمان لائے میں تم پر سبت لے گئے۔ پھر اس کے آخر میں کہو

اللَّهُمَّ اِنِّعْمَتِي بِرُحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
اے اللہ مجھ پر رحمت فرما جس سے ہمیشہ
معاضی سے بچا رہوں جب تک آپ مجھے
زندہ رکھیں اور اے اللہ مجھ پر رحمت فرما
کہ جس سے میں ایسی چیز کے پیچھے تکلیف
عَنِ اللَّهِمَّ بَدِّعِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ

دَالِجَلَالِ وَالْإِكْتِرَامِ وَالْعِدْوَةَ الَّتِي لِكُتْرَامِ
 أَسَاكَتِ يَا اللَّهُ يَا مَنْحَنٍ يَهْلِكُ وَيُؤْبَرُ
 وَجُحُوكَ أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ مَعَا
 عَلَّمْتَنِي وَأَبْرُؤُنِي أَنْ أَتْلُوهُ عَلَى النَّاسِ
 الَّتِي تُوْهِبُكَ عَنِّي اللَّهُمَّ بَدِّعْ
 التَّسْوِوَاتِ وَالْأَرْضِي دَالِجَلَالِ وَالْإِكْتِرَامِ
 وَالْعِدْوَةَ الَّتِي لِكُتْرَامِ يَا اللَّهُ يَا
 رَحْمَانٍ يَهْلِكُ وَيُؤْبَرُ وَجُحُوكَ أَنْ تُلْزِمَ
 يَكْتَابِكَ بَصْرِي وَأَنْ تُطْلِقَ يَهْ لِسَانِي
 وَأَنْ تُفْرَجَ يَه عَنْ قَلْبِي وَأَنْ تُشْرَعَ يَه
 صَدْرِي وَأَنْ تُفْسِلَ يَه بَدَنِي فَإِنَّهُ لَا
 يُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ تَعْبُوكَ وَلَا تُؤَيِّدُنِي إِلَّا آتِ
 وَلَا عَزْلَ وَلَا حَمُولَةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

اٹھانے سے بچوں جو مجھے فائدہ مند نہ ہو
 اور اس چیز کی طرف اچھی رغبت مجھے عطا
 فرمادیجئے جو آپ کو مجھ سے راضی
 کر دے۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے
 پیدا کرنے والے اور بہت بڑائی اور اکرام
 والے اور ایسی عزت والے جس سے
 آگے کوئی بڑھ نہیں سکتا میں آپ سے
 سوال کرتا ہوں اے اللہ اے رحمن
 آپ کے جلال اور آپ کے نور ذات کے
 وسیلہ سے کہ اپنی کتاب کے حفظ
 کو میرے قلب کے ساتھ لازم کر دیجئے
 جیسا کہ آپ نے مجھے سکھایا اور مجھے یہ
 قوت بخش دیجئے کہ میں اُس کی تلاوت
 اس طور پر کروں جو آپ کو مجھ سے راضی
 کرے۔ اے اللہ اے آسمانوں اور
 زمین کو پیدا کرنے والے اور بہت بڑائی
 اور اکرام والے اور ایسی عزت والے
 جس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا میں

آپ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اے
 رحمن آپ کے جلال اور آپ کے نور
 ذات کے وسیلہ سے کہ اپنی کتاب سے
 میری آنکھوں کو منور کر دے اور میری
 زبان کو اُس پر گویا کر دے اور یہ کہ اُس
 کے ذریعہ سے میرا سینہ کھول دے اور
 اس کے ذریعہ سے (گناہوں کی آلائش
 سے) میرے بدن کو دھو دے کیونکہ
 بلاشبہ میری حق پر کوئی مدد کرنے والا
 نہیں آپ کے سوا اور مجھے حق کوئی نہ
 دے گا سوائے آپ کے اور نہ کوئی ٹوٹنے
 کی جگہ ہے، اور نہ قوت
 سوائے اللہ بلند مرتبہ صاحب عظمت کی
 بارگاہ۔

پھر فرمایا اے ابوالحسن یہ تین یا پانچ یا سات جمع تک کرو اللہ تعالیٰ کے حکم
 سے مقبول ہو جائے گا قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق دیکر بھیجا ہے اس سے
 کسی مؤمن کو کبھی ناکامی نہ ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ واللہ حضرت علیؑ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا سوائے پانچ یا سات جمعہ کے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی طرح کی مجلس میں آئے اور کہا یہ رسول اللہ میرا حال پہلے یہ تھا کہ میں چار آیات یا ان کے برابر یاد کرتا تھا پھر جب ان کو میں اپنے دل میں پڑھتا تھا تو وہ میرے ذہن سے نکل چکی ہوتی تھیں اور اب میں روزانہ چالیس آیات یا ان کے برابر یاد کرتا ہوں تو جب میں ان کو ذہر اتا ہوں تو گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ اور میں پہلے حدیث سنا تھا تو جب میں اس کو ذہر اتا تھا تو وہ نکل چکی ہوتی تھی اور آج میں بہت سی احادیث کو سنتا ہوں تو جب ان کو بیان کرتا ہوں تو ان میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ابو الحسن (حضرت علیؑ) کو کامل یقین ہو گیا ہے (تاشیر عمل کا)۔

اور حفصہ بنت سہل کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی یا اللہ اس کے کانوں کو محفوظ رکھنے والے کان بنادے۔ اور آشوب چشم کی شفاء کے لئے آپ ﷺ نے دعا کی، حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا یا میری آنکھیں کبھی دوبارہ نہیں ڈکھی۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اسی طرح ان کے حق میں آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی یا اللہ اس کی گرمی اور سردی کو دور کر دیجئے، اس دعا کے بعد حضرت علیؑ سردی کے موسم میں گرمی کا اور گرمی کے موسم میں سردی کا لباس پہن لیا کرتے تھے اور گرمی اور سردی سے ان کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی تھی۔

اور ایک مرتبہ حضرت علیؑ بیمار تھے ان کی شفا کے لئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو فوراً تندرست ہو گئے۔ اور جب حضرت طاہرہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح کیا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں سے بہت سے پاکیزہ نفوس پیدا کرے اور تم دونوں میں برکت کرے۔ حضرت انسؓ کا قول ہے "اللہ کی قسم حق تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت پاکیزہ نفوس پیدا کئے۔"

۱۲۔ آفتاب کا دوبارہ لوٹ آنا:

اور جب حضرت علیؑ امر تقصی کی نماز عصر فوت ہو گئی تو آپ ﷺ نے دعا کی یہاں تک کہ آفتاب لوٹ آیا۔ (بعد از غروب آفتاب کا لوٹ آنا۔ اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی خاص سند تحریر فرمادی ہے) یہ حدیث ہمارے شیخ ابو ظاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے سامنے پڑھی گئی اور میں ان کے مکان پر جو ظاہر مدینہ منورہ میں واقع ہے ۱۱۳۳ھ میں عن رہا تھا۔ کہا کہ مجھ کو میرے والد شیخ ابراہیم بن الحسن کردی قمی مدنی نے خبر دی، کہا کہ ہم کو ہمارے شیخ امام صفی الدین احمد بن محمد مدنی نے خبر دی وہ روایت کرتے ہیں شمس الرامی سے وہ شیخ زید الدین زکریا سے، وہ ابو العزالدین عبدالرحیم بن محمد القزازی سے، وہ ابو النشاء محمود بن خلیفہ النعمانی سے، وہ حافظ شرف الدین عبدالعزیز بن خلف الدمشقی سے، وہ ابو الحسن علی بن اسمعیل بن ابی العزیز بغدادی سے، وہ حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر اسلمانی الحلبی سے اپنے سماع کی خطیب ابو ظاہر محمد بن احمد بن ابی القاسم انباری سے ۳۷۳ھ میں اپنی فرات کی شیخ ابو البرکات احمد بن عبدالواحد بن الفضل بن عقیف بن عبد اللہ القراء

کے سامنے مصر میں ۳۲۸ھ میں انہوں نے روایت کی اپنے سماع کی ابو محمد الحسن بن رشیدین اشکری سے، کہا کہ ہم سے روایت کی ابو بشر محمد بن احمد بن حماد انصاری دولابی نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن یونس نے روایت کی، کہا کہ ہم سے سوید بن سعید نے روایت کی، ان سے مطلب بن قیس نے، ان سے ابراہیم بن حبان نے، ان سے عبد اللہ بن الحسن نے، ان سے فاطمہ بنت احسین نے اسما بنت عمیس سے روایت کی: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا سر حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور آپ ﷺ کے اوپر وحی نازل ہو رہی تھی۔ تو جب آپ ﷺ کو افاقہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ اے علیؑ! تم نے فرض نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ علیؑ آپ کے کام میں اور آپ کے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا تو اس کے لئے سورج کو لوٹا دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لوٹا دیا، تو انہوں نے نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا۔

دوسری سند: اس حدیث کی قرأت کی گئی ہمارے شیخ ابو طاہر کے سامنے اور میں سن رہا تھا۔ انہوں نے روایت کیا اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے، انہوں نے احمد بن محمد مدنی سے جو تفتاشی کے خطاب سے مشہور ہیں انہوں نے شمس محمد بن احمد بن حمزہ الرملی سے۔ ان کو اجازت ملی شیخ زین الدین زکریا سے، ان کو ابن الفرات سے، ان کو عمر بن الحسن مروافی سے ان کو فخر ابن البخاری سے ان کو ابو جعفر صدیقی سے انہوں نے فاطمہ بنت عبد اللہ جو زوائیہ سے روایت کی، انہوں نے ابو بکر محمد بن عبد اللہ اسبہانی سے، انہوں نے حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی سے طبرانی

کبیر میں، انہوں نے کہا ہم سے روایت کی جعفر بن احمد بن سنان الواسطی نے، کہا ہم سے روایت کی علی بن المنذر نے، کہا ہم سے روایت کی محمد بن فضیل نے، کہا ہم سے روایت کی فضیل بن مرزوق نے ابراہیم بن الحسن سے، انہوں نے فاطمہ بنت احسین بن علی سے، انہوں نے اسما بنت عمیس سے، انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی آتی تھی تو آپ ﷺ بے ہوشی کے قریب ہو جاتے تھے۔ تو آپ ﷺ کے اوپر ایک دن وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کا سر علیؑ کی گود میں تھا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور ان سے کہا کہ اے علیؑ! تو نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سورج کو لوٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ اسما نے کہا کہ میں نے سورج کو خود دیکھا غالب ہو چکے، بعد جب کہ وہ لوٹا گیا اور حضرت علیؑ نے عصر کی نماز پڑھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "كشف اللبس فی حدیث ردائش" میں کہا ہے کہ حدیث ردائش جو مجروحہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا اس کو امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابو الخیر ابن الجوزی نے زیادتی کی ہے کہ اس کو کتاب الموضوعات میں داخل کر دیا۔ اور ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صابئی نے اپنی کتاب "مزیل اللبس عن حدیث ردائش" میں کہا ہے جانا چاہئے کہ اس حدیث کی روایت طحاوی نے اپنی کتاب شرح مشعل المآثر میں اسما بنت عمیس سے دو سندوں کے ساتھ کی ہے اور کہا کہ یہ دونوں حدیثیں

ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اور ان کو قاضی عیاض نے شفاء میں اور حافظ ابن سید الناس نے ”بشری الملبیت“ میں اور حافظ علاء الدین مغطائی نے اپنی کتاب ”الزہر الباقم“ میں نقل کیا ہے۔ اور اس کو صحیح کہا ہے اسی طرح ابو الفتح ازدی نے روایت کی ہے اور اسے حسن کہا ہے۔ جبکہ ابو زرہ بن العزاقی... اور ہمارے شیخ حافظ جلال الدین سیوطی نے ”الدرر المنتزعة فی الملاحیث المشتمرة“ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ احمد بن صالح نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اب اس کے تسلیم میں کیا رکاوٹ ہے، ایسے شخص کے لئے جو اہل علم کی راہ پر چلتا ہو اس کے لئے یہ مناسبت نہیں ہے کہ حضرت اسماءؓ کی حدیث سے اختلاف کرے کیونکہ وہ بہت بڑی علامات نبوت میں سے ایک ہے۔

اور کئی حفاظ حدیث نے ابن الجوزی کے اس حدیث کو کتاب الموضوعات میں داخل کر دینے پر اعتراضات کئے ہیں۔ میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ اس روایت کو امام طحاوی نے کتاب مشکیل الآثار میں دو سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے، ان میں سے ایک روایت فضیل بن مرزوق کی ہے ابراہیم ابن الحسن سے اور وہ قاطع بنت الحسین سے روایت کرتے ہیں جس طرح ہم اسی کی ہم معنی روایت لکھ چکے ہیں دوسری وہ ہے جسے ہم سے علی بن عبد الرحمن ابن محمد بن المغیر نے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن صالح نے روایت کی، ابن ابی فدیک نے کہا کہ ہم سے روایت کی، موسیٰ بن عون بن محمد سے انہوں نے اپنی والدہ ام جعفر سے انہوں نے اسماءؓ بنت عمیس سے روایت کی: کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز صہبہ کے مقام پر پڑھی

(صہبہ جو خیر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے) پھر حضرت علیؑ کو کسی کام کے لئے بھیجا وہ لوٹ کر آئے تو نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ نبی ﷺ نے اپنا سر حضرت علیؑ کی گود میں رکھ لیا۔ تو حضرت علیؑ نے ان کو حرکت نہ دی حتیٰ کہ دھوپ غائب ہو گئی تو نبی ﷺ نے دعاء کی کہ اے اللہ آپ کے بندے علیؑ نے اپنے نفس کو آپ کے نبی پر روکے رکھا تو اس کے اوپر سورج کی روشنی لوٹا دیجئے۔ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ پھر دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑی۔ پھر حضرت علیؑ نکلے ہوئے انہوں نے وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غائب ہو گیا اور یہ واقعہ مقام صہبہ میں پیش آیا۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ مدنی فطری کے نام سے مشہور ہیں روایت کرنے میں مقبول ہیں اور عون بن محمد سے مراد عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں اور ان کی والدہ ام جعفر بنت محمد بن جسر بن ابی طالب ہیں پھر امام طحاوی نے موازنہ کیا اس حدیث کا اس حدیث سے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے چند طرق سے مروی ہے کہ سوائے حضرت یوشع کے سورج کو کسی کے لئے نہیں روکا گیا۔ اور اس کا جواب دیا کہ یہ بات ممکن ہے کہ یوشع کے ساتھ مخصوص ہو سورج کو ڈوبنے سے روک دیا گیا ہو جبکہ اس روایت میں ڈوبنے کے بعد اس کا لوٹنا یا جانا آیا ہے اس کا پھر رد کیا ایک حدیث سے جس کے الفاظ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس (آفتاب) کو روک دیا اس کے یعنی حضرت یوشع کے اوپر۔ حاصل کام طحاوی ختم ہوا۔

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا علم اور اُنکے پُر حکمت ملفوظات :-

اور حضرت علیؑ کی حکمت اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ہم اس کا احصاء اور احاطہ کر سکیں اور اس کا احصاء بھلا کیسے ممکن ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ہو کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔“ (یہ روایت امام ابو یوسفی الترمذی نے اسماعیل بن موسیٰ سے انہوں نے محمد بن عمر بن مرزبان الرومی سے۔ انہوں نے سلمہ بن کبیل سے۔ انہوں نے سوبہ بن فضالہ سے انہوں نے سنان بن علیؑ سے۔ انہوں نے حضرت علیؑ سے اور حضرت علیؑ نے نبی اکرم ﷺ سے۔ الترمذی، ۵/۳۳۳ کتاب المناقب - باب - ۲۱-۲۳ [۳] لیکن کچھ تھوڑا سا جملہ زیرِ قلم لاتے ہیں۔

ابو بکر نے ابواحقن سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ چند کلمات ایسے ہیں اگر اُن تلاش کرنے کے لئے تم اپنی سواریوں پر سفر کرو تو اُنکے مغز گھلا دو گے مگر تمہیں اُن کے جیسے حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوگی۔

۱۔ بندے کو اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہ باندھنی چاہئے اور اور اپنے گناہ کے سوا کسی شے سے نہیں ڈرنا چاہئے۔

۲۔ جو شخص نہیں جانتا وہ دیکھنے سے حیا نہ کرے۔ اور جس شخص سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو تو اللہ اعلمہ (اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے) کہنے سے شرم نہ کرے۔

۳۔ اور جان لو کہ مہر کا مرتبہ ایمان کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا سر کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں توجب سر جائے گا تو جسم بھی جاتا ہے گا اسی طرح جب مہر جائے گا تو ایمان بھی جاتا ہے گا۔

۴۔ حضرت زید بن اللہارث سے مروی ہے وہ بنو ہاشم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے تم پر دو برائیوں کا اندیشہ ہے طول اہل (امید کا طومار) اور نفسانی خواہش کے اتہاں کا۔ فرمایا کہ طول اہل آخرت کو بٹھانا دیتا ہے اور بلاشبہ خواہش نفس کا اتہاں حق سے روک دیتا ہے اور یقیناً دنیا (کایہ حال ہے کہ وہ) پیٹھے پھیر کر زخمت بوری ہے اور آخرت سامنے آتی جا رہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تو تم کو چاہئے کہ آخرت کی اولاد بنو۔ کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں، اور کل حساب ہو گا عمل نہیں ہو گا۔

۵۔ حضرت حسن سے مروی ہے، کہا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اُس بندے کے لئے خوش حالی ہے جو گناہ ہو اُس نے لوگوں کو پچھانا اور لوگوں نے اُسے نہ پچھانا اور اللہ نے اُس کو پچھانا کہ وہ اُس کی رضا جوئی میں ہے۔ ایسے لوگ ہدایت کے چراغ ہیں اور ہر اندھیرا فتنہ اُن کی ہدایت سے زور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے وہ راز کو قاش کرنے والے پیٹ کے پھلے نہیں ہوتے۔ اور نہ جلد باز (آگے چلنے والے) پرکاری کرنے والے ہوتے ہیں۔

۶۔ حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہتے ہیں: کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب جب کوئی جنگی مہم بھیجتے اور تو اُس پر کسی شخص کو امیر بناتے تو اُس کو نصیحت

کرتے اور فرماتے کہ میں تجھ کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ تجھے اُس سے ضرور ملنا ہو گا۔ اور اُس کے علاوہ اور کوئی تیرا منتہی نہ ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے اور تجھ پر لازم ہے کہ ایسی چیز کا اختیار کرے جو تجھے اللہ سے قریب کر دے کیونکہ اس چیز میں جو اللہ کے پاس ہے بدلہ ہے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا۔

۷۔ حضرت زید بن وہب سے مروی ہے: کہ جب نے حضرت علیؑ پر ان کے لباس کے بارے میں نکتہ چینی کی، تو آپ نے فرمایا کہ مومن منتہی ہوتا ہے اس حال میں کہ اُس کے دل میں خشوع اور عاجزی ہے (لباس سے منتہی نہیں ہوتا بلکہ دل کی عاجزی سے ہوتا ہے)۔

۸۔ حضرت عمرو بن کثیر حنفی سے مروی ہے: وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ غصہ کو ضبط کرو اور ہنستا کم کرو۔ اس سے قلوب نہیں بگڑتے۔

۹۔ حارث حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور قرآن کو جمع کیا اس کی مثال ترنج کی سی ہے، خوش بو دار بھی اور خوش مزہ بھی اور جس نے نہ تو ایمان کو جمع کیا اور نہ قرآن کو جمع کیا۔ اُس کی مثال اندرائن کی سی ہے بد بو دار اور بد مزہ۔

۱۰۔ محمد بن عمرو بن علی سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے کہا گیا کہ اے ابوالحسن کیا بات ہے کہ آپ قبرستان کے مجاور ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ میں اُن کو صادق پر وہی پاتا ہوں بُرائی سے روکتے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں۔ ان تمام احادیث کو حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

حضرت علیؑ کے وہ کلماتِ حکمت جن میں سے بہت سے ضرب المثل بن

چکے ہیں:

صواعق میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے جو ارشادات نقل کئے گئے ہیں اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ الناس نیام اذا ماتوا انتبهوا

لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں۔

۲۔ الناس بزماء کم اشبه منہم باہانہم

لوگ اپنے زمانہ میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے باپ دادا سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔

۳۔ لو كشف الغطاء، ما زدت يقيناً

اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو گا۔

۴۔ ما هلك امرء عرف قدره

جس نے اپنا مرتبہ پہچان لیا وہ شخص ہلاک نہیں ہو گا۔

۱۳۔ لاشاء مع الکبر

ثناء تکبر کے ہوتے ہوئے کوئی چیز نہیں۔

۱۵۔ لاصحة مع النهمة والبخم

(کھانے کی) بزدلی ہوئی حرص اور بد ہضمیوں کے ہوتے ہوئے صحت کی کوئی حیثیت نہیں

۱۶۔ لاشرف مع سوء الادب

شرافت بد تمیزی کے ساتھ شمع نہیں ہوتی۔

۱۷۔ لاراحة مع الحسد

حسد کے ہوتے ہوئے راحت نہیں ملتی۔

۱۸۔ لاسود مع الانتقام

انتقام کے جذبے کے ساتھ سرداری جمع نہیں ہو سکتی۔

۱۹۔ لاصواب مع قبح المشورة

مشورہ چھوڑ کر درستگی نہیں ہوتی۔

۲۰۔ لامرودة الکلابوب

بہت جھوٹ بولنے والے کی مرآت نہیں کی جانی چاہیے۔

۲۱۔ ولا مکرم اعز من التقوا

کوئی بزرگی تقویٰ سے اونچا مرتبہ نہیں رکھتی۔

۲۲۔ لاشفیع الیہ من التوبہ

۵۔ قریحة کل امری ما یجشہ

آبی اپنی اچھی قیمت خود بناتا ہے۔

۶۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے خود کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

۷۔ المرء محبو تحت لسانہ

آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔

۸۔ من عذب لسانہ کثر اخوانہ

جس کی زبان شیریں ہوگی اس کے دوست بہت ہوں گے۔

۹۔ من البلاء يستعبد الحزب

نیکی سے آگ کو بھی غلام بنانا پڑتا ہے۔

۱۰۔ بشقیر ما ان البخیل بجمادہ او وارثہ

بخشل کے مال کو کسی حادثہ کی یا کسی وارث کی بشارت دے دو۔

۱۱۔ لا تنظر الذی قال و انظر الی ما قال

یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا، یہ دیکھو کہ کیا کہا ہے۔

۱۲۔ الجرع عند البلاء ممانہ اللحنۃ

مصیبت کے وقت گھبرا جانا مصیبت (کو بڑھا کر) مکمل کر دیتا ہے۔

۱۳۔ لا ظفر مع البقی

بغوات کے ساتھ فتح منہوی، فتح مندی نہیں ہے۔

۳۱۔ الحکمة صالة التومن

حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔

۳۲۔ البعل جامع لمساوی العیوب

بخل تمام عیبوں والی برائیوں کا جامع ہے۔

۳۳۔ اذا حلت المقادیر صلت التدابیر

جب قدرت کے فیصلے واقع ہوتے ہیں تو تدابیر بیکار ہو جاتی ہیں۔

۳۴۔ عبد الشہوقاری من عبد الوی

شہوات کا غلام لوگوں کے غلام سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

۳۵۔ الحاسد یحطأ علی من لا ذنب لہ

حاسد اُس شخص سے غصے اور جلن میں مبتلا رہتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

۳۶۔ کفی بالذنب شعیراً للعدنب

گنہگار کی سفارش کے لئے گناہ کافی ہے۔

۳۷۔ السعید من وعظ بغیرہ

نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت حاصل کرے۔

۳۸۔ الاحسان یقطع اللسان

احسان (جو گمانی کرنے والے کی) زبان کاٹ دیتا ہے۔

۳۹۔ انقر الفقر الحقم

سب سے بڑی محتاجی "مماقت" ہے۔

تو یہ سے زیادہ نجات دینے والا کوئی سفارشی نہیں۔

۲۳۔ لا یاس اجمل من العافیہ

عافیت سے بڑا زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔

۲۴۔ لا اداء اعین من الجهل

بیکار کر دینے والے جہل سے بڑا کوئی مرض نہیں۔

۲۵۔ رحم اللہ امر اقد عرف قدرہ ولم یعدّ طوبی

اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحمت کرتا ہے جو اپنے مرتبہ کو پہچانے اور اپنی وضع سے آگے

نہ بڑھے۔

۲۶۔ اعارة الاعتذار مذکر من الذنب

معذرت کو بار بار لوٹانا گناہ (تقصور) کو یاد دلاتا ہے۔

۲۷۔ التصحیح بین الملاء تفریح

بھروسے مجمع میں نصیحت کرنا دوسرے کو سوا کرنا ہے۔

۲۸۔ نہمة الیٰ اهل کروضیة علی مذہبۃ

جہاں کی نعت کوڑے پر پھیلواری جیسی ہے۔

۲۹۔ الجزع اتعب من الصبر

گھبراہٹ صبر سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

۳۰۔ اکبر الاعداء اخفاهم مکیدۃ

سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس کا کمر سب سے زیادہ چھپا ہوا ہو۔

۴۰۔ الطامع فی وثائق الذل

اپنی ذات کی جگڑ میں ہوتا ہے۔

۴۱۔ لیس العجب۔ هلک العجب بر لجا

یہ تعجب کی بات نہیں کہ مرنے والا کیسے مر گیا، تعجب کی بات یہ ہے کہ بچنے والا کیسے بچا۔

۴۲۔ اکثر مصارع العقول تحت بوق الاطماع

عقول کی تباہی کے اکثر مقامات لالچوں کی چمک کے نیچے ہوتے ہیں۔

۴۳۔ اذا وصلت اليك النعم فلا تنفروا قصاها بقلة الشكر

جب تمہارے پاس نعمتیں پہنچیں تو جو نعمت ابھی دور ہے اس کو شکر میں کمی کر کے نہ بھگاؤ۔

۴۴۔ اذا قدرت علی عدوک فاجعل العفو عنك شکر القدر علیہ

جب تم اپنے دشمن پر قادر ہو جائے تو اس پر قادر ہو جانے کا شکر اس کو معاف کر دینے کی صورت میں ادا کر۔

۴۵۔ ما اصغر احد شيئا الا ظهري في ثلثائة لسانه وعل صفحات وجهه

کسی نے اپنے دل میں کوئی بات نہیں چھپائی مگر وہ اس کی زبان سے اچانک نکلنے والے کلمات اور اس کے چہرے کے صفحات سے ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

۴۶۔ البعيل يستعجل الفقر وبعيش في الدنيا عيش الفقير اولى بما سب في الآخرة

حساب الاغنيا

بخیل آدمی غلت کے ساتھ تنگدستی کو بھالیتا ہے، وہ دنیا میں فقیروں جیسی زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں اس سے ایسا محاسبہ ہو گا جیسا انبیاء سے کیا جائے گا۔

۴۷۔ لسان العاقل وراة قلبه وقلب الاحمق وراة لسانه

عقل مند کی زبان اس کے قلب کے پیچھے ہوتی ہے اور احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔

۴۸۔ انعمه برفع الوضیع و الجہل بضع الرفع

علم کم مرتبہ شخص کو اُپر اُٹھا دیتا ہے اور جہل بلند مرتبہ شخص کو نیچے کر دیتا ہے۔

۴۹۔ العلم خیر من المال

علم مال سے بہتر ہے۔

۵۰۔ العلم یحرسک وادب تحرس المال

علم تیری پرہیزگاری کرتا ہے اور تو مال کی پرہیزگاری کرتا ہے۔

۵۱۔ العلم حاکم و المال محکوم

علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ۔

۵۲۔ قصور ظہری عالم منتهک و جاہل متنسک لهذا یغنی و یفقر الناس بئسک

و لهذا یفضل الناس بئسک

میری کمزوری ہے (یعنی مجھے سخت تکلیف پہنچتی ہے) ایسے عالم سے جو محرمات کا ارتکاب کرتا ہو اور ایسے جاہل سے جو طریق زہد پر چلتا ہو۔ یہ (عالم) فتوے دے گا

۲۔ دیوار نہیں گری:

حضرت جعفر بن محمد سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے دو شخص جن میں جھگڑا تھا پیش کئے گئے تو آپ ایک دیوار کے قریب ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کہا کہ امیر المؤمنین دیوار گرنے والی ہے، تو حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنا بیان سنائے جا (اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے پھر آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور اٹھ گئے اس کے بعد دیوار گر پڑی۔

۳۔ ایک اونٹ کی حضرت علیؑ کے زور و عا جزئی:

حضرت حارث سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ صفین میں تھا تو میں نے اہل شام کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو دیکھا کہ وہ آیا اس وقت اس کے اوپر اس کا سوار اور اس کا سامان بھی تھا تو اونٹ نے جو کچھ اس کے اوپر تھا گر ادیا اور صفوں کے درمیان گھسٹ چلا گیا یہاں تک کہ حضرت علیؑ کے پاس پہنچ کر رڑکا اور اپنے لب کو حضرت علیؑ کے سر اور کندھے کے درمیان رکھ کر ان کو اپنی گردن کے پیچھے کے حصہ سے ہلانے لگا۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ واللہ یہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کی ایک علامت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن لوگوں نے بہت کوشش کی اور دونوں فوجوں کے مابین شدید جنگ ہوئی۔ [اس روایت میں صراحت نہیں ہے کہ یہ کس بات کی علامت تھی آیا یہ اب امر کی نشانی تھی کہ

اور اپنے ناجائز عمل سے لوگوں کو (شریعت پر عمل کرنے سے) گریزاں کرے گا۔ اور یہ (جائیں) لوگوں کو اپنے طریق زہد سے گرا کر رہے گا۔

۵۳۔ اقل الناس قيمة اذلهو علما از قيمة كل امرء بعينه

سب سے زیادہ کم قیمت وہ لوگ ہیں جو ان میں سب سے زیادہ کم علم ہیں کیونکہ ہر شخص کی قیمت وہ ہوتی ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

حضرت علیؑ کی کرامات

حضرت علیؑ کی وہ کرامات جسے صاحب الریاض نے اصبح سے روایت کیا (کرامت کسی ایسے خلاف مثل کام کو کہتے ہیں جو کسی غیر نبی سے ثابت ہو اگر اس کا ظہور کسی نبی سے ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں) تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت حسینؑ کی شہادت گاہ کی پیشین گوئی:

وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ جب وہ اس جگہ سے گذرے جو حضرت حسینؑ کی قبر واپی جگہ تھی جہاں ان کی قبر بننا تھی تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہاں ان کی ساریوں کے ٹھکانے ہونگے۔ اور یہاں ان کا خون بہے گا۔ آل محمد ﷺ کے کچھ جوان ہوں گے جو اس میدان میں قتل کئے جائیں گے۔ پھر ان پر آسمان اور زمین رویں گے۔

حضرت علیؑ اور ان کے لشکر کو فتح ہوگی، یا اس بات کی کہ حضرت علیؑ کی شہادت کا وقت قریب آگیا ہے۔ واللہ اعلم!

۳۔ حضرت علیؑ کی بددعا کا نتیجہ:

علی بن زاذان سے مروی ہے: کہ حضرت علیؑ نے ایک حدیث بیان کی تو ان کو ایک شخص نے جھٹلایا۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر میں سچا ہوں تو میں تیرے خلاف بددعا کر جاؤں۔ اُس نے کہا کہ ہاں ضرور کرو۔ تو آپ نے اُس کے لئے بددعا کی تو وہ لوٹنے نہ پایا کہ اُس کی بیٹائی جاتی رہی۔

۵۔ اُن دیکھے ہاتھوں کے ذریعے آنا کی پُسوائی:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو بانٹنے کے لئے مجھے بھیجا۔ میں اُن کے گھر پہنچا اور اُن کو آواز دی تو انہوں نے مجھے جواب نہ دیا میں نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جا کر اُن کو آواز دو، وہ گھر رہی موجود ہیں۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں دوبارہ گیا اور میں نے انہیں آواز دی تو مجھے بجلی پینے کی آواز سنائی دینے لگی میں نے غور سے سنا تو پایا کہ واقعی بجلی سے آنا پیا سا جا رہا تھا اور اُس کے قریب کوئی نہ تھا پھر میں نے آواز دی تو حضرت علیؑ جلدی سے باہر نکل آئے میں نے اُن سے کہا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بلارہے ہیں۔ تو وہ چلے آئے۔ پھر میں برابر رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ مجھے دیکھتے رہے۔ آپ ﷺ سے فرمایا کہ اے ابوذر کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میرا ایک عجیب بات سے حیرت میں ہوں۔ میں نے ایک

بجلی دیکھی جو حضرت علیؑ کے مکان میں آنا نہیں رہی تھی۔ اور اُس کے پاس کوئی اُس کو گھمانے والا نہیں تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور وہ آل محمد ﷺ کی امداد پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

۶۔ حضرت علیؑ کی اپنی قتل کے بارے میں پیشین گوئی:

فضالہ بن ابی فضالہ سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت علیؑ کی عبادت کے لیے بیچ کے لئے روانہ ہوا اور وہ بیمار تھے میرے والد نے اُن سے کہا کہ ایسے ذور دراز مقام میں آپ نے کیوں قیام کر رکھا ہے۔ اگر آپ کا یہاں انتقال ہو گیا تو یہاں آپ کی عقیقتیں و تدفین وغیرہ کا ذمہ دار کوئی نہ ہو گا سوائے ان اعراب یعنی بنو جہینہ کے دیہاتیوں کے۔ لہذا آپ مدینہ منورہ کی طرف چلے کہ اگر آپ پر وقت مقدر آجائے تو نبی اکرم ﷺ صحابہ آپ کے کام کے والی میں اور وہ آپ کی نماز (جنازہ) پڑھیں۔ اس روایت کے راوی ابوفضالہ اہل بدر میں سے تھے۔ یہ عین کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں اس بیماری سے مرنے والا نہیں ہوں، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ میں اُس وقت تک نہیں مروں گا تا آنکہ مجھ پر حملہ کیا جائے پھر یہ یعنی اُن کی اڈا ہی اور اُن کے سر کو اُن کے خون سے نہ رنگا جائے۔ حضرت ابوفضالہ اور ان کے ساتھی جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

اللہ ﷻ کی حیات میں قرآن جمع کر لیا تھا ان میں مہاجرین میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت علیؑ بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ جو مہاجرین کے مولیٰ تھے خود مہاجرین میں سے نہ تھے شامل تھے۔ اور پھر تابعین کی ایک جماعت نے ان سے قرآن پاک کو روایت کیا ہے اور اس جمع و ترتیب کی روایت اب تک باقی ہے۔ امام ابو نعیم نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ مشہور قراء نے اپنی قراءت کی سند کو صحابہ تک پہنچایا ہے عبد اللہ بن کثیر اور نافع نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف سند پہنچائی ہے۔ اور عبد اللہ بن عامر نے حضرت عثمان بن عفان کی طرف سند پہنچائی ہے۔ اور عاصمؓ نے حضرت علیؑ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت زیدؓ کی طرف سند پہنچائی ہے۔ اور حمزہؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کی طرف سند پہنچائی ہے۔ اور ان سب نے نبی اکرم ﷺ سے پڑھا ہے تو ثابت ہوا کہ قرآن جمع شدہ تھا اور سب کا سب آنحضرت ﷺ کی حیات میں یہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حفاظت حدیث اور بھجورین صحابہ میں سے ہیں۔ ظاہری نظر میں آپ سے چھ سو کے قریب احادیث مرفوعہ احادیث کی کتب معتبرہ میں مذکور ہیں اور درحقیقت آپ کی مرفوعات ایک ہزار سے زیادہ مل سکتی ہیں۔ اور اس بحث کو ہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب والے باب میں ذکر کر چکے ہیں، اس کا پھر مطالعہ کر لیا جائے۔ اور بعض ابواب حدیث ایسے ہیں کہ ان سے پہلے ان کی روایت کسی نے نہیں کی۔ اس باب کے فاتح اول بھی وہی ہیں (جن کی تفصیل درج ذیل ہے)۔

۷۔ ابن ماجہ اور حضرت علیؑ:

ابو عمر نے سفیدؓ سے روایت کی وہ کہتے ہیں: کہ حضرت علیؑ جب ابن ماجہ کو دیکھتے تھے تو یہ شعر پڑھتے تھے

أب ہد حیاتہ و ہو ہد فعلی
عند یرک من عخلک من مراد

"یعنی میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے قبیلہ مراد سے کسی اپنے دوست کو جو تیر کی طرف سے غدار کرے۔ لے آ" اور حضرت علیؑ اکثر یہ کہا کرتے اُمت کے سب سے بڑے بد بخت کو کس بات نے روک رکھا ہے یا یہ کہ وہ اس اُمت کا سب سے بڑا بد بخت شخص اس بات کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ انہیں ان کے خون سے رنگ دے۔ اور فرماتے کہ واللہ یہ (ان کی ڈارھی) اس (گردن) کے خون سے ضرور رنگی جائے گی۔ اور اپنی ڈارھی اور اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے یہ مخاطب خون کا تھا، نہ کہ عطر اور عطر ملا ہوا۔

علوم دین کے احیاء میں ان کا حصہ

اس کی تفصیل درج ذیل ہے

۱۔ جمع و ترتیب قرآن:

حضرت علیؑ نے قرآن پاک کو آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی جمع کر لیا اور اس کو ترتیب دے دیا تھا لیکن تقدیر اس کے شائع ہونے کی معاون نہ ہوئی۔ ابو عمر نے محمد بن کعبؓ القرقنی سے روایت کی ہے، کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے رسول

میں) گویا کہ وہ سیاہ منگ کی ایک شاخ ہیں، آپ ﷺ کے جسم میں یا آپ ﷺ کے سینہ میں ان کے سوا اور کوئی بال نہیں تھے اور آپ ﷺ کی پھیلی اور قدم پر گوشت تھے اور جب آپ ﷺ چلنے تو قدم پوری قوت سے اٹھاتے (آگے کی طرف جھکاؤ کے ساتھ) اور جب کسی کی طرف التفات فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ التفات فرماتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگوں سے بلند قامت معلوم ہوتے اور جب بیٹھے تو لوگوں سے اونچے دکھائی دیتے اور جب بات کرتے تو لوگوں کو خاموش کر دیتے اور جب خطبہ دیتے تو لوگوں کو زلادیتے اور لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ رحمت کا برتاؤ کرتے، یتیم کے ساتھ شفیق باپ جیسے تھے اور بیوہ عورتوں کے ساتھ کریم شوہر کی طرح، سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے اور سب سے زیادہ بخشنے والی پھیلی رکھتے تھے اور آپ ﷺ کا کھانا جو کئی روٹی ہوتا تھا اور آپ ﷺ کا کھانا، چڑے کا کھانا جس میں سمجھور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ ﷺ کی چادر پائی کیکر، قل کوزی کی تھی جو سمجھور کے پشوں سے بنی ہوئی رسی سے بنی ہوئی تھی اور آپ ﷺ کے پاس دو عمامے تھے ایک کو صحاب کا مانتا تھا اور دوسرے کو عقاب۔ اور آپ ﷺ کی تلواریں ذوالفقار تھی اور آپ ﷺ کا جھنڈا خراہ اور آپ ﷺ کی اونٹنی عسبناہ اور آپ ﷺ کا ٹمچر لذل اور آپ ﷺ کا کھانا لیخورد اور آپ ﷺ کا گھوڑا بحر اور آپ ﷺ کی کبریٰ برکہ اور آپ ﷺ کی لامٹی مشوق تھی اور آپ ﷺ کا علم الحمد تھا اور آپ ﷺ اونٹ کو خود باندھتے اور پانی لانے والے

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان:

آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان اور اوقات شب و روز کے مشاغل آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق امام ترمذی نے کتاب شمائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک حدیث طویل ذکر کی ہے اور بعض روایات ضعیفہ میں آیا ہے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے: کہ یہودی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سے اپنے ساتھی کی صفات بیان کرو۔ تو آپؓ نے کہا کہ اے جماعت یہود میں ان کے ساتھ غار میں اس طرح رہا جیسے یہ میری دونوں انگلیاں اور میں ان کے ساتھ جبل حرا پر چڑھا اس طرح کہ ہم ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے لیکن (اسٹے قُرب کے باوجود) آپ ﷺ کے اوصاف کو بیان کرنا مشکل بات ہے البتہ یہ حضرت علی بن ابی طالب موجود ہیں ان سے پوچھو۔ تو وہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابوالحسن ہم سے اپنے بچھا زاد کے اوصاف بیان کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ دراز قد تھے مگر موزونیت کی حد سے گذر جانے والے نہ تھے اور نہ کوتاہ قد تھے کہ ایک عضو دوسرے میں داخل ہو آپ درمیانے قد سے کچھ بلند تھے سفید رنگت جو مرفعی کی جھلک لئے ہوئے تھی۔ لہریے دار بال جو گھوم گریالے نہ تھے آپ ﷺ کے بال دونوں کانوں تک لگے ہوئے تھے، کشادہ پیشانی، دونوں آنکھیں سیاہ، سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک خط، سامنے کے دانت نہایت چمکیلے، بلند بنی آپ کی گردن گویا چاندی کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کے کچھ بال تھے سینہ سے ناف تک (سیدھے خط

اونٹ کو خود گھاس کھلاتے اور کپڑے میں خود بیونہ لگاتے اور اپنا جو تا خود کا نغھ لیتے تھے۔

س۔ نماز صلاوا السننجات (خصوصی دُعا والی نماز):

اُن میں سے ایک نماز مناجات ہے جو کہ لذت مناجات کے حاصل کرنے میں نہایت مؤثر ہے اور جو شخص اس پر پیش عمل کرے گا اس کی کورائیت کو پائے گا اور جس نے اس کو چکھا نہیں وہ اس کو نہیں جان سکتا اس کو ترمذی وغیرہ نے اخرج کی روایت سے روایت کیا جو عبید اللہ بن ابی رافع سے اور وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت عبید اللہ بن ابی رافع حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے:

وَجِئْتُ وَجِئِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ حَقِيقًا وَعَا أَنَا مِنَ الْمَشْرُوقِينَ
إِنَّ صَلَاتِي وَرُكُوعِي وَتَجَاهِي وَتَهَابِي لِلَّذِي رَبُّ
الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا
أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْوَكِيلُ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ يَا قِي وَأَنَا عَبْدُكَ كَتَلَفْتُ نَفْسِي
وَافْتَرَقْتُ بِذَنْبِي فَاصْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعاً
إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي

لَا تَحْسَبِ الْإِخْلَاقَ لَا يَهْدِيهِ إِلَّا حُسَيْنًا إِلَّا
أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَاتِي لَا تَصْرِفْ عَنِّي
سَيِّئَاتِي إِلَّا أَنْتَ اللَّهُمَّ يَكْتُ تَبَاهٍ مُكْت
وَتَعَالَيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَالذُّنُوبَ الْكَبِيرَةَ

میں تیرا اِخْلَام ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا
اور میں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا سو میرے
سب گناہ بخش دے بے شک تیرے سوا کوئی
گناہ نہیں بخش سکتا اور مجھ سے دور کر دے بُری
خصالتیں کہ ان کو کوئی تیرے سوا دور نہیں
کر سکتا میں تجھ پر ایمان لایا تو بڑی برکت والا
ہے اور تُو بلند ہے میں تجھ سے مغفرت مانگتا
ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پھر جب آنحضرت ﷺ رکوع کرتے تو فرماتے

اللَّهُمَّ لَكَ تَكْفُتٌ وَبِكَ أَعْتَدْتُ وَكَت
لِنَفْسِكَ خَشَعٌ لَكَ تَتَعَبِي وَتَصَدْرِي وَ
تَلْبِي وَتَعَطِّي وَتَهْتَبِي۔

میرا گو دا اور میرے بڑی اور پٹھے۔

پھر جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا الشُّكُورَاتِ
وَالْأَنْصَابِ وَمَا يَنْتَهِيهَا وَمِلًّا عَا شَيْئًا
مِنْ عَيْنِي۔

چاہے۔

پھر جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو فرماتے

اللَّهُمَّ لَكَ سَجْدَتِي وَبِكَ أَعْتَدْتُ وَكَت

اللہ میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا اور تجھ ہی پر

جاتے یہاں تک کہ جب سورج یہاں سے یعنی مشرق کی طرف سے مغرب کی جانب چل کر اتنا فاصلہ طے کر لیتا جس کی مقدار یہاں سے مغرب کی جانب نماز عصر کی مقدار کے برابر ہے تو آپ ﷺ اٹھتے اور چار رکعت پڑھتے یوں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے جب کہ سورج ذل چکا ہوتا۔ اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور چار رکعات عصر سے پہلے۔ ہر دو رکعت (یعنی دو نمازوں) کے درمیان آپ ﷺ فاصلہ قائم کرتے تھے۔ ملائکہ مقربین اور انبیاء اور جو مؤمنین و مسلمین میں سے آپ ﷺ کا اتباع کرنے والے تھے ان سب پر سلام بھیجتے۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ سولہ رکعات ہیں۔ آپ ﷺ نے دن میں انہیں اپنا معمول عبادت بنا رکھا تھا۔ اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس پر عملی اختیار کریں۔

۶۔ حضرت علیؑ کے فتاویٰ:

مسائل میں سے فتاویٰ اور بہت سے احکام خصوصاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں، مصنف عبدالمزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں آپ سے نقل کیے ہیں اور ان کتابوں میں ان کا بڑا حصہ مذکور ہے۔

۶۔ حضرت علیؑ کے توحید و صفات الہیہ کے بارے میں مباحث:

حضرت علیؑ توحید و صفات کے بحث میں بڑی فصیح زبان رکھتے تھے اور وہ بحث ان کے خطبوں میں (وسعت کے ساتھ) پایا جاتا ہے اور کہاں صحابہ میں سے صرف وہی اس بیان کے ساتھ متفق ہیں، گویا باب توحید و صفات میں کلام کے پہلے

أَشْهَدُ سَجْدًا وَجْهِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ خَلَقَهُ قَلْبِي وَرَبِّ
وَبَشِيئَتِي سُبْحَانَكَ وَبِحَسْبِكَ يَا كَلْبَانُ كُنَّ اللَّهُ أَحْسَنُ
الْحَالِقِينَ۔
میں ایمان لایا اور تیرا ہی تابع ہوا میرے منہ
نے سجدہ کیا اس ہستی کے لیے جس نے اسے
بنایا اور اُس کی صورت گری کی اور اس کے کان
اور آنکھیں کو کھولیں سو بڑی برکت والا ہے سب
بنانے والوں سے سب اچھا۔

پھر تشہد اور سلام کے درمیان پڑھتے

اَللّٰهُمَّ الْحَقُّ رَبِّيْ عَا قَدَّكَ وَعَا اَحَدُكَ وَعَا
اَسْمَئِكَ وَعَا اَعْلَمُ بِهٖ
وَبِعِنِّيْ اَدَّتْ اَلْقَدَمُ وَاَدَّتْ اَلْوَجْهَ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اَنْتَ۔
اللہ! میں کو جو جس نے آگے کیا اور جو میں نے
پیچھے کیا اور جو چھپایا اور جو کھولا اور جو تجھ سے
زیادہ جانتا ہے میرے عملوں میں سے بخش
دے تو ہی ہے آگے کرنے والا اور موخر کرنے
والا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ الترمذی ۲/۶۳۹ اضافہ از نظر ثانی کنندہ)

۳۔ دن اور رات کے نوافل:

ان میں سے اوقات بومیہ چاشت و صلوة الزوال وغیرہ کے نوافل ہیں جو کہ
ایک نہایت فائدہ مند باب ہے۔ انہیں احمد بن حنبل نے عام بن ضرہ سے روایت
کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؑ سے نبی ﷺ کے دن کے نوافل کے بارے
میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ
آپ ہمیں اس سے باخبر کریں تو ہم اس کے جس قدر حصہ پر ہوسکے گا عمل کریں
گے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو مسجد میں ظہر

مکلف وہی ہیں اور وہ ان مقالات میں جو مستند ہیں اصل اجمال سے کہ انبیاء کی سنتِ نبیہ ہے، باہر نہیں گئے لیکن متاخرین نے بھی اس سبج پر دلائل و ترتیب مقدمات میں چلنا چاہا مگر وہ دائیں اور بائیں گر پڑے

۷۔ حضرت علیؑ اور تصوف و احسان:

تصوف کے بارے میں حضرت علیؑ ایک نہایت وسیع دریائے لیکن ایامِ خلافت میں آنحضرت رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں کی مشغولیت نے ان کو ان کی تفصیل سے روک دیا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اصول اور نیاں میں ہمارے استاد اور شیخ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور خطبوں میں فصاحت اور بلاغت کی رسم ان ہی کی لائی ہوئی ہے خلفاء سابقین ان میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔

۸۔ حضرت علیؑ بطور مشیر خلفائے سابقین:

پھر شیعین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کے زمانوں میں مسائل دینیہ میں مشیر اور تدبیر استملکیہ میں وزیر بھی وہی ہوتے تھے اور ان حضرات نے بھی ان کی تعظیم و توقیر میں بہت دور جا کر ان کے مناقب اور فضائل کو واضح کیا ہے۔ ان کے کلام میں سے ایک فصل ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی خلافت اور خلفائے راشدین کے بارے میں روایات / پیشین گوئیاں:

جاننا چاہئے کہ جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد گذرا آخر عمر تک ان تمام واقعات کی آنحضرت ﷺ نے انہیں خبر دے دی تھی اور ان حوادث کی بنیادی باتوں سے انہیں مطلع فرمایا تھا۔
(الف) خلافت راشدہ کی ترتیب وار پیشین گوئی:

عینۃ الطالبین میں مذکور ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اُس وقت تک رخصت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ ﷺ نے ہم سے یہ بیان نہیں کر دیا کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت حضرت ابو بکرؓ کی ہوگی پھر حضرت عمرؓ کی پھر حضرت عثمانؓ کی اور پھر میری ہوگی مگر پھر مجھ پر اجماع نہ ہوگا اور یہ حدیث اگرچہ باقتدار ظاہر غریب و کھائی دیتی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کے خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ) کی خلافت کے متعلق اِرشادات اور آپ ﷺ کی تصریحات جو پچاس سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔ اگر ان کو پیش نظر رکھا جائے تو مضمون اول (کہ میرے بعد خلافت فلاں فلاں کی ہوگی) کی غرابت ناہود ہو جاتی ہے۔ پھر مضمون ثانی کہ مجھ پر اجماع نہ ہوگا اُس کے شواہد کا ایک حصہ حضرت ذوالنورینؓ کے حالات میں ہم نے بیان کر دیا ہے اور ایک حصہ ہم یہاں ذکر کریں گے۔

(ب) حضرت علیؑ کی خلافت اور شہادت ہوگی:

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت فضالہ بن ابی فضالہؒ انصاری سے روایت کی ہے: اور حضرت ابو فضالہ اہل بدر میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی مزاج پڑوسی کے لئے شیخ کا سفر کیا جو ایک مرض کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہو گیا تھا بیمار تھے، اُن سے میرے والد نے کہا کہ آپؑ کو کس بات نے اس مقام میں مقیم کر رکھا ہے اگر یہاں آپ کا دولت معین آگیا تو آپؑ کے کام (تکفین و تدفین وغیرہ) کا کام دار سوائے بنو جبینہ کے نہایتوں کے کوئی نہ ہوگا۔ آپؑ کو مدینہ منورہ کے لیے سوار ہو جانا چاہئے۔ وہاں اگر آپؑ کا دولت آگیا تو نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام آپؑ کے والی ہوں گے اور سب آپؑ کی نماز (جنائزہ) پڑھیں گے۔ تو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے صراحت کر چکے ہیں کہ میں اُس وقت نہیں مروں گا جب تک کہ امیر نہ بنایا جاؤں پھر اس کو خضاب کیا جائے یعنی اُن کی ڈاڑھی کو اُن کے خون سے یعنی سر کے (خون) سے اِرٹا لگا جائے گا چنانچہ حضرت علیؑ اسی طرح شہید کیے گئے اور حضرت ابو فضالہؒ حضرت علیؑ کی معیت میں جنگ صفین میں شہید کئے گئے۔

(ج) خلفائے راشدین کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ:

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے بعد کس کو اپنا امیر بنائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ تو اُن کو ہدایت

کرنے والا، امین، دنیائے کنارہ کش، آخرت کی طرف راغب پاؤ گے۔ اور اگر حضرت عمرؓ کو امیر بناؤ تو اُن کو طاقت ور اور امین پاؤ گے، وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرنے والے۔ اور اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ تو میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرو گے تو اُن کو ہدایت کرنے والا، ہدایت یافتہ، پاؤ گے۔ وہ تم کو طریق مستقیم پر لے جائے گا۔

(د) حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر:

نصائص میں ہے کہ طبرانی اور ابو نعیم نے، حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو یقیناً امیر اور خلیفہ بنایا جائے گا اور یقیناً مقتول ہوگا اور یقیناً یہ رنگ کی جائے گی اس سے یعنی اُن کی ڈاڑھی اُن کے سر (کے خون) سے۔ اور حاکم نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے واضح طور پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اُنت اُن کے بعد مجھ سے کراہت کرے گی۔

(ه) حضرت علیؑ کے لیے جنت کے باغ اور دنیا میں مشکلات کی خبر:

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے بعد تجھ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا کہ ہاں میرا دین سلامت رہے گا۔

ابو بعلی نے حاکم سے انہوں نے حضرت علیؑ بن ابی طالب سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کے ایک راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ ہمارا گداز ایک باغ پر سے ہوا میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کتنا اچھا باغ ہے۔ فرمایا کہ تیرے لئے جنت میں اس سے بھی اچھا باغ ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات باغوں سے گذرے، ہر باغ پر میں یہ کہتا رہا کہ یہ کتنا اچھا باغ ہے اور آپ ﷺ فرماتے رہے کہ جنت میں تیرے لئے اس سے بھی اچھا باغ موجود ہے۔ پھر جب آپ ﷺ راستے پر چلنا ختم کر چکے تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور بہت روئے۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس وجہ سے رورہے ہیں فرمایا کہ لوگوں کے سینوں میں کینے چھپنے ہوئے ہیں وہ تم سے ان کا اظہار میرے اجد کریں گے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا کہ ہاں تیرا دین سلامت رہے گا۔

(د) خلافت کے امیدواروں میں اختلاف کی خبر:

احمد ابن حنبل نے ایسا بن عمرو اسلمی سے، انہوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے: انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ اہل بیت کے امیدواروں میں اختلاف ہو گا اسے علیؑ اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس سے بچے رہو تو ایسا ضرور کر لیتا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے بہت سی احادیث میں جو متواتر ہیں اور متعدد اسناد سے روایت کی گئی ہیں آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ امت حضرت علیؑ مر تقیٰ پر جمع نہ ہوگی۔

(ز) خلافت مدینہ میں اور بادشاہی شام میں ہونے کی خبر:

مخبر ان کے یہ حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں رہے گی اور بادشاہی شام میں۔

ان میں سے بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت مرتفع ہو جائے گی۔ اور ان میں سے ایک حصہ ہم اُپر ذکر کر چکے ہیں۔ اور خصائص میں ہے کہ بڑارنے اور تیشقی نے اس کو روایت کیا اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ حضرت ابو درداہؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کہ اس دوران میں کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک ستون میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا تو میں نے گمان کیا کہ وہ لے جایا جا رہا ہے تو میں نے اپنی نظر کو اس کے پیچھے لگایا تو اس کو شام کی طرف لے جایا گیا۔"

(ح) متعدد حوادث کی خبر:

اور یہ کہ ایمان ہمیشہ ظاہر وغالب رہے گا یہاں تک شام میں نئے واقع ہوں گے، اسی قسم کی روایات کو حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے لیا گیا ہے۔

(ط) جنگِ جمل کی خبر:

اور اس کے بعد آپ ﷺ نے جنگِ جمل کی خبر دی۔ ابو بکرؓ، ابولہیٰؓ اور احمد بن حنبلؓ وغیرہم نے روایت کی ہے: اور الفاظ ابولہیٰؓ کے ہیں:

قیس بن ابی حازمؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ بنو عامر کے پانی (یعنی ہستی) سے گذریں جس کو حوٓب کہا جاتا ہے تو ان کے اوپر وہاں کے کتے بھونکنے لگے تو انہوں نے کہا کہ مجھے واہیں لے جاؤ، مجھے واہیں لے جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تم میں سے ایک کا اس وقت کما مال ہو گا جب اس پر حوٓب کے کتے بھونکیں گے۔

(ی) سات فتنوں کی خبر:

اور حاکم نے یحییٰ بن سعید کی حدیث روایت کی ہے انہوں نے ولید بن عیاش سے روایت کی ہے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے: کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو سات فتنوں سے ڈراتا ہوں جو میرے بعد واقع ہوں گے۔ ایک فتنہ مدینہ کے سامنے سے آئے گا اور ایک فتنہ مکہ کے سامنے سے اور ایک فتنہ شام سے آئے گا اور ایک فتنہ مشرق سے سامنے آئے گا اور ایک فتنہ مغرب سے سامنے آئے گا اور ایک فتنہ شام کے اندر سے اور یہ سفیانی ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر عبد اللہ ابن مسعود نے کہا کہ تم میں ایسے لوگ ہیں جو پہلے فتنہ کو پائیں گے اور اس امت میں ایسے بھی ہیں جو آخری فتنہ کو پائیں گے۔ ولید بن عیاش کہتے ہیں کہ فتنہ مدینہ تو حضرت طلحہؓ اور

حضرت زبیرؓ کی طرف سے واقع ہوا، اور مکہ کا فتنہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا فتنہ ہے اور شام کا فتنہ بنی امیہ کی طرف سے اٹھا اور فتنہ مشرق بھی ان ہی کی طرف سے اٹھا (ک) واقعہ صفین کی پیشین گوئی:

پھر آپ ﷺ نے واقعہ صفین کی خبر دی۔

شہین (امام بخاری و امام مسلم) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی: کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں جنگ نہ کریں گی ان دونوں کے درمیان بڑی خونریزی ہوگی دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا۔

(ل) حکمین کے تقرر کی اطلاع:

اور یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل شام نے قرآن مجید کو بلند کر دیا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن ہے۔ اور حضرت علیؓ امر تقی نے فرمایا کہ یہ قرآن خاموش قرآن ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے حکم بنانے کے واقعہ کی خبر دی۔ خصائص میں بتقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے آپس میں اختلاف کیا اور ان کے آپس کا اختلاف جاری رہا تا آنکہ انہوں نے دو حکم بیچے تو وہ دونوں گمراہ ہو گئے اور دونوں نے دو سرورں کو بھی گمراہ کیا اور میری امت بھی اختلاف کرنے والی ہے، ان کا اختلاف باہمی جاری رہے گا

یہاں تک کہ وہ بھی دو حکم مقرر کریں گے۔ دونوں گمراہ ہوں گے اور جو ان دونوں کا اتباع کرے گا وہ بھی گمراہ ہو گا۔

ثلاً (دونوں گمراہ ہو گئے) سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی اور صل من اصبحتا (اور جو ان کی پیروی کرے گا وہ بھی گمراہ ہو گا) سے مراد یہ ہے کہ یہ اجتہادی غلطی بہت سے مفاسد کا باعث بنے گی۔ اور جن میں سے ایک خلافت کا مہاجرین اولین کے ہاتھ سے نکل کر عاصم قریش کی طرف جاتا تھا۔ اور اسی طرح ان میں سے خوارج کا نکلنا بھی ہے یہ دلیل ہاتھ میں لے کر کہ اللہ کے دین میں کسی کو حکم بنانا صحیح نہیں ہے۔

(م) خوارج کے خروج اور ان سے شدید جنگ کی خبر:

پھر آپ ﷺ نے نہروان کے واقعہ سے خبر دار فرمایا۔ اور یہ حدیث متواتر ہے، جسے احمد نے عبید اللہ بن عمیاض بن عمرو القاری سے روایت کیا: کہتے کہ جن راتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تھے عبید اللہ بن شداد عراق سے لوٹ کر آیا اور حضرت عائشہ صدیقہ کے یہاں پہنچا جب کہ ان کے پاس ہم لوگ بیٹھے تھے، تو حضرت عائشہ نے اس سے کہا کہ اے عبید اللہ بن شداد کیا تو مجھے اس بات کا صحیح جواب دے گا جو میں تجھ سے پوچھوں گی تو مجھ سے اس قوم کا حال بیان کر جن کو حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں کیوں آپ سے سچ نہ بولوں گا۔ حضرت عائشہ نے کہا تو مجھ سے ان کا قصہ بیان کر۔ عبد اللہ نے کہا کہ حضرت علیؑ نے جب امیر معاویہؓ سے معاہدہ کیا اور دو حکموں کو منظور کر لیا تو ان کے خلاف آٹھ

ہزار ایسے لوگوں نے بغاوت کر دی جو بڑے قاری تھے اور وہ ایک مقام پر جمع ہو گئے جو کوفہ کی ایک جانب واقع ہے جس کو حروراء کہا جاتا ہے اور یہ لوگ حضرت علیؑ سے برکشتہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ تو اس قیصر سے باہر آ گیا ہے جو تجھے اللہ نے پہنائی تھی اور اس نام سے جس سے کہ تجھے اللہ نے موسوم کیا تھا۔ پھر تو الگ ڈو گیا اور تو نے اللہ کے دین میں (دوسروں کو) حکم بنایا حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا حکم ہے مگر پھر جب حضرت علیؑ کو ان کے برکشتہ ہونے کی اطلاع پہنچی اور ان کے مقابلہ پر ایک عہد افریق بن جانے کی تو انہوں نے ایک منادی کرنے والے سے یہ اعلان کرایا کہ امیر المؤمنین کے پاس حامل قرآن (حافظہ و عالم) کے سوا کوئی شخص نہ آئے۔ تو جب بڑے بڑے قاریوں سے مکان بھر گیا تو حضرت علیؑ نے ایک بڑا شاندار قرآن مجید مکا یا اور اس کو اپنے سامنے رکھا، پھر اس کو اپنے ہاتھ سے ٹھینا شروع کیا اور آپؑ کہتے جاتے تھے کہ اے قرآن لوگوں سے بات کر تو اس پر لوگوں نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس سے آپؑ کیا پوچھتے ہو یہ تو درتوں کے اوپر حصّ روٹائی ہے بلکہ اس کے متعلق جو اس میں سے ہم سے روایت کیا گیا ہے ہم گھنگو کریں گے، تو آپؑ کا مقصد کیا ہے؟ آپؑ نے کہا کہ تمہارے ساتھی یعنی وہ لوگ جنہوں نے بغاوت کی ہے، میرے اور ان کے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب موجود ہے۔ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں ایک عورت اور ایک مرد کے بارے میں فرماتا ہے

ذٰلَنْ حِفْظُهُ شِقَاقِي تَبْتِهِيْمًا فَا نَهْضُوْا | یعنی اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں
حَكَمْنَا بَيْنَ اَهْلِيْهِ وَحَكَمْنَا بَيْنَ اَهْلِيْهَا اِنْ | میںاں بیوی میں اختلاف کا اندیشہ ہو تو تم

لُؤْبِنًا إِضْلَاحًا لُؤْبِقِي اللَّهُ يَنْتَهِيهَا
 (۲۳۵)
 لوگ ایک آدمی کو حکم کے طور پر
 مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی
 کو حکم کے طور پر عورت کے خاندان سے
 سمجھو اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی
 تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق
 فرمائیں گے۔

تو ایک عورت اور ایک مرد کی یہ نسبت محمد ﷺ خون اور حرمت
 کے اعتبار سے زیادہ باعظمت ہے۔ اور وہ مجھ سے برافروختہ ہیں اس وجہ سے کہ میں
 نے معاویہ سے تحریری معاہدہ کر لیا ہے۔

حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اُس وقت بھی معاہدہ لکھا تھا جب ہمارے
 پاس سہیل بن عمرو آیا تھا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حُدیبیہ میں تھے جب کہ
 آنحضرت ﷺ اپنی قوم قریش سے مصالحت کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمسہ
 اللہ الرحمن الرحیم لکھوائی تو سہیل نے کہا کہ میں ہمسہ اللہ الرحمن الرحیم نہ
 لکھوں گا بلکہ ہا سمک اللہم لکھا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو محمد
 رسول اللہ۔ تو اُس نے کہا کہ اگر میں جانتا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو میں
 آپ ﷺ کی مخالفت نہ کرتا۔ بلکہ یہ لکھا جائے

لِذَا مَا صَاحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
 قَرِيشًا
 کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے
 قریش سے مصالحت کی۔

اللہ عز و جل اپنی کتاب میں فرماتا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُتُوعًا كَثِيرًا
 لَّيْسَ كَانَ لِيُتَّخَذَ اللَّهُ وَالْيَوْمَةُ الْآخِرَةُ وَكَ
 تَكَرَّرَ اللَّهُ عَنَّا (۳۱: ۳۳)
 تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے
 لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا
 ہو اور کثرت سے ذکر الہی کرتا ہو رسول
 اللہ ﷺ میں ایک عمدہ نمونہ
 موجود ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے اُن لوگوں کے پاس حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو بھیجا۔
 میں بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ جب وہ اُن کے لشکر کے اندر پہنچ گئے تو
 ابن الکواہنہ کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دینا شروع کیا اور کہا کہ اسے حاملین قرآن
 یہ عبد اللہ بن عباسؓ ہے جو اُس کو نہ پہچانتا ہو (وہ جان لے) اور میں کتاب اللہ کی اتنی
 ہی معرفت رکھتا ہوں جتنی وہ تم کو معرفت کرائے گا۔ یہ اُن لوگوں میں سے ہے جس
 کے بارے میں اور اُس کی قوم کے بارے میں آیت نَهَلْهُمُ قَوْمًا مَّخْفِيُونَ (بلکہ
 وہ جھگڑنے والی قوم) مبارک ہوئی ہے۔ تو اُس کو اس کے ساتھی (علیؑ) کے پاس لوٹا دو
 اور اس کے ساتھ کتاب اللہ پر بحث نہ کرو۔

پھر اُن کے خطبہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ واللہ ہم اس کے ساتھ
 ضرور کتاب اللہ پر مباحثہ کریں گے پھر اگر یہ وہ حق لے کر آیا ہے جسے ہم جانتے ہیں
 تو اُس کا ضرور اہتاج کریں گے اور اگر باطل لے کر آیا ہے تو ہم اُس کو اُس کے بھوٹ
 پر ضرور ڈالتیں گے۔ تو لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کتاب اللہ پر تمہیں

دن مباحثہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے چار ہزار افراد نے رجوع کیا اور یہ سب لوگ تائب ہو گئے۔ ان میں ابن الکوہ بھی شامل تھا۔ ان سب کو حضرت عبد اللہ عباسؓ کو فذ میں حضرت علیؑ کے پاس لے گئے۔ پھر حضرت علیؑ نے ان میں سے باقی لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ہمارا معاملہ اور (ہمارے ساتھ) لوگوں کا جو کچھ معاملہ تھا وہ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اب تم جہاں چاہو ٹھہرو تاکہ امت محمد ﷺ (ایک رائے پر) مجتمع ہو جائے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان (اس فیصلے پر یہ شرط ہے کہ تم کسی بے گناہ کا خون نہ بہاؤ اور ڈاکہ زنی نہ کرو اور اہل ذمہ پر ظلم نہ کرو، مگر تم لوگوں نے اگر ایسا نہ کیا تو ہم تم سے ویسا ہی برتاؤ کرتے ہوئے جنگ کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ عیادت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر اس سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے ابن شداد پھر حضرت علیؑ نے ان کو قتل بھی کر دیا۔ تو اس نے کہا واللہ حضرت علیؑ نے ان پر حملہ نہیں کیا تاکہ انہوں نے ڈاکہ زنی کی اور خونریزی کی اور اہل ذمہ کی جان و مال کو حلال قرار دے لیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو؟ ابن شداد نے کہا اس اللہ کو جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بیشک یہی ہوا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی چیز اہل عراق کی طرف سے نہیں پہنچی، جو انہوں نے بیان کی ہو، بس وہ ذوالعمری کی ذوالعمری کہتے تھے۔ ابن شداد نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے میں متولین میں اس کے سامنے حضرت علیؑ کے ساتھ کھڑا تھا تو حضرت علیؑ نے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ کیا تم اسے پہنانتے ہو؟ تو بہت

سے آنے والوں نے کہا کہ ہم نے اس کو مسجد بنی فلاں میں دیکھا تھا کہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے بارے میں کوئی پختہ شہادت ایسی نہیں لایا جس سے وہ بیچایا جاتا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ جب اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تو انہوں نے کیا کہا تھا جیسا کہ اہل عراق گمان (یعنی بیان) کرتے ہیں۔ ابن شداد نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے حضرت علیؑ سے اس کے علاوہ کچھ اور بھی سنا۔ شداد نے کہا واللہ نہیں حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علیؑ پر رحمت کرے ان کا یہی کلام ہوتا تھا۔ وہ بھی کوئی ایسی بات دیکھتے جو ان کو عجیب معلوم ہوتی تو یہی کہا کرتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ لیکن اب اہل عراق ان پر جھوٹ کہتے ہوئے پھرتے ہیں اور ان کی بات پر اضافہ کر رہے ہیں۔

حضرت احمد بن حنبل نے طارق بن زیاد سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ بخوارج کی طرف نکلے اور آپؑ نے ان کو قتل کیا۔ پھر کہا دیکھو کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مغرب ایک قوم جو حق میں بناوٹ کرنے والے ہوں گے اور حق (یعنی قرآن) ان کے حلق سے تجاوز نہ کرے گا وہ حق سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے بدن سے نکل جاتا ہے، ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کے ہاتھ میں لقص ہو گا، اس کے ہاتھ میں سیاہ بال ہوں گے۔ اگر وہ ان میں شامل ہو تو تم نے بدترین لوگوں کو قتل کیا

ہو گا اور اگر وہ شامل نہ ہو اتو تم نے بہترین لوگوں کو قتل کیا ہو گا تو ہم رونے لگے۔ پھر کہا تلاش کرو تو ہم نے تلاش کیا تو ہم نے اس ناقص ہاتھ والے کو پایا تو ہم لوگ سجدہ میں گر پڑے اور حضرت علیؑ بھی ہمارے ساتھ سجدے میں گر گئے۔ (دوسری سند سے بھی اسی طرح مروی ہے) اتنا فرق ہے کہ اس میں (بجائے بتکلفوں بالحق کے) بتکلفوں بکلمۃ الحق (یعنی حق کے کلمے کے ساتھ تکلف کریں گے) ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک خارجی کے ہاتھ سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔

(ن) ایک خارجی کے ذریعے حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر؟

حاکم نے ابوالاسود دلی سے روایت کی ہے: انہوں نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرماتے تھے جب میں اپنا پاؤں رکاب میں رکھ چکا تھا اور عراق کا ارادہ کر رہا تھا میرے پاس عبد اللہ بن سلام آئے اور کہا کہ تمہیں عراق نہیں جانا چاہئے یہ چینی ہے کہ اگر تم وہاں پہنچے تو تم پر کوار کی نوک گرے گی۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ خدا کی قسم یہی بات تم سے پہلے مجھ سے رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں۔ ابوالاسود نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے آنے تک ایسا لانے والا مرد نہیں دیکھا جو لوگوں کے سامنے اس طرح کی باتیں کہہ دے۔

حاکم نے زید بن وہب سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اہل بصرہ کے ایک وفد کے پاس آئے اور ان میں خارجیوں کا ایک شخص بھی شامل تھا جس کو جعد بن یجر کہا جاتا تھا۔ اُس نے اللہ کی حمد اور اس کی شہادت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

درد دہا۔ پھر کہا کہ اے علیؑ اللہ سے ڈر کیونکہ تو (سب کی طرح) مرنے والا ہے تو حضرت علیؑ نے کہا نہیں بلکہ ایک ضرب سے جو اس پر پڑے گی اور اس کا خضاب کر دے گی مقتول ہونے والا ہوں۔ زید نے کہا کہ حضرت علیؑ نے اس موقع پر اپنے سر اور واڑھی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور کہا کہ یہ فیصلہ شدہ تھا ہے اور واضح شدہ صراحت نامہ ہے۔ اور جس نے افتراء کیا وہ خسارے میں پڑا۔ پھر جعد نے حضرت علیؑ پر عیب لگا یا ان کے لباس میں اور کہا کہ اگر تو لباس اس سے اچھا پہنتا تو بہتر ہوتا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ میرا لباس کبر سے بہت دور رکھنے والا ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان میری اقتداء کریں۔

حاکم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت علیؑ بن ابی طالب کے پاس پہنچا، ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تھے کیونکہ وہ بیمار تھے۔ اور ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے تو دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے خیال میں تو یہ فوت ہونے والے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اسی صورت میں موت آئے گی جب یہ مقتول ہو گئے اور ان کو موت نہیں آئے گی اس وقت کہ کرب اور بے چینی سے نہ بھر جائیں گے۔

حاکم نے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ غزوہ ذی القعدة (جنگ جوک) میں میں اور

حضرت علیؑ دونوں ساتھ ساتھ تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو سب سے زیادہ دوپہنختوں کا حال نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کہ قوم شموذ کا ذلیل گدھا (جس کا نام قیدار بن سالف تھا) جس نے اونٹنی کو زخمی کیا تھا اور جس کے نیچے میں قوم شموذ تباہ کر دی گئی تھی اور (دوسرا) وہ ہے جو اے علیؑ تجھ پر وار کرے گا اس کے اوپر یعنی سر کے ابھرے حصہ پر یہاں تک کہ خون سے تر ہو جائے گی یعنی اُن کی داڑھی۔ اور اس کے نتیجہ میں دنیا خلافتِ راشدہ سے محروم کر دی جائے گی]

(س) حضرت حسنؑ اور امیر معاویہؓ کے مابین مصالحت کی پیشین گوئی:

پھر آپ ﷺ نے حضرت حسنؑ اور امیر معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان صلح کی خبر دی۔ امام بخاری نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ نبی اکرم ﷺ خطاب دے رہے تھے کہ حضرت حسنؓ آگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے لگا۔

(ع) امیر معاویہؓ کی امارت کی خبر:

پھر آپ نے امیر معاویہؓ کے مستقل بادشاہ بننے کی خبر دی۔ خصائص میں ابن ابی شیبہ نے امیر معاویہؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں خلافت کی طبع رکھتا

ہوں۔ جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”اے معاویہ اگر تو بادشاہ بن جائے تو نیک کام کرنا۔“

اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی: کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم مجھے کسی چیز نے خلافت پر نہیں ابھارا سوائے اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے معاویہ اگر تو وائی امر بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا تو میں گمان کرتا رہا ہوں کہ میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کی بنا پر اس عمل (خلافت) میں مبتلا ہوں گا۔

اور طبرانی نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے امیر معاویہؓ سے فرمایا کہ تیرا اُس وقت کیا حال ہو گا جب اللہ تعالیٰ تجھے قیام پہنائے گا۔ آپ ﷺ اس سے خلافت و امارت کو مراد لے رہے تھے تو ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو قیام پہنانے والا ہے۔ فرمایا کہ ہاں لیکن اس میں بڑے شر اور فساد بڑے شر اور فساد ہوں گے۔

ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے معاویہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس امت کے معائنے کا وائی بنائے تو اس پر نظر رکھنا جو تو کرنے والا ہو۔ تو ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو یہ عطا کرنے والا ہے؟ فرمایا کہ ہاں اور اس میں شر و فساد، شر و فساد، شر و فساد ہوں گے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے: کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے معاویہ! اگر تو واپس امر بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا وہ کہتے ہیں کہ میں برابر گمان کرتا رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے قول کے مطابق میں اس عمل میں جتا ہونے والا ہوں تا آنکہ جلا کر دیا گیا۔

ابو یعلیٰ نے امیر معاویہ کی اسی طرح کی ایک حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح ابن عساکر نے حضرت حسن کی۔ انہوں نے امیر معاویہ کی روایت نقل کی ہے۔ کہ امیر معاویہ کہتے ہیں کہ، مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ تو عنقریب میرے بعد میری امت پر والی بنے گا تو جب ایسا ہو تو ایسے کام کرنے والوں کی خدمت کو قبول کرنا اور ان میں سے بڑے کام کرنے والوں کو معاف کر دینا۔ تو میں اس کی برابر امید کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے اس مقام پر قائم ہو گیا۔ اور دلیلی نے حضرت حسن بن علی سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ چند دن اور اتریں نہیں گزریں گی تا آنکہ معاویہ بادشاہ بن جائے گا۔

ابن عساکر نے سلمہ بن مخلد سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ معاویہ کے لئے کہتے تھے یا اللہ اس کو کتاب سکھائے اور ملک میں اس کو تمکین (اقتدار) عطا کیجئے اور اس کو عذاب سے بچائیے۔ ابن عساکر نے عروہ بن زبید سے روایت کی ہے: کہا کہ ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور بولا کہ مجھ سے کشتی لڑیے۔ تو اس سے معاویہ نے کہا کہ میں تجھ

سے کشتی لڑتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت معاویہ نے اعرابی کو بچھا ڈیا۔ تو جب جنگ صفین ہو چکی تو حضرت علی نے (حضرت عروہ سے) فرمایا کہ اگر تو اس حدیث کو مجھ سے پہلے بیان کر دیتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔

(ف) قریشی نوجوانوں کی امارت کی خبر:

اس کے بعد آپ ﷺ نے نوجوانان قریش کی بادشاہی کی خبر دی۔ انھیں خاص میں حاکم اور تنقیح نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ابوالعاص کی اولاد تیس آدمیوں تک پہنچ جائے گی تو وہ لوگ اللہ کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ اور اللہ کے مال کو اپنے گھر کی دولت اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنائیں گے۔

(س) بنو مروان کے اقتدار کی اطلاع:

تنقیح نے ابن مہزیب سے روایت کی ہے: کہ وہ امیر معاویہ کے پاس موجود تھے جب ان کے پاس مروان پہنچا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! میری حاجت پوری کر دیجیے۔ بخدا مجھ پر بہت بڑا بوجھ ہے میں کس افراد کا باپ ہوں اور کس افراد کا چچا اور کس کا بھائی ہوں جب مروان واپس چلا گیا اور حضرت ابن عباس حضرت معاویہ کے برابر ان کے تحت پر بیٹھے تھے، تو حضرت معاویہ نے کہا اے ابن عباس! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب حکم کی اولاد تیس آدمیوں تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے مال کو آپس کی دولت بنائیں گے،

اور اللہ کے بندوں کو غلام اور اللہ کی کتاب کو فریب کا ذریعہ بنالیں گے، پھر جب یہ چار سو ننانوے آدمیوں کی تعداد میں پہنچ جائیں گے تو ان کی ہلاکت پھل کے چنانے سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ ہوگی۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا اللہ گواہ ہے کہ بیشک مروان نے اپنی حاجت کا معاویہؓ سے ذکر کر دیا تھا۔ تو مروان نے عبد الملک کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ پھر اس نے حضرت معاویہؓ سے گفتگو کی۔ جب عبد الملک واپس ہوا تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اسے اتنے عباسؓ کی کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا (یعنی عبد الملک کا) ذکر کیا تھا اور فرمایا کہ وہ چار کلام بادشاہوں کا باپ ہے۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ بیشک ایسا ہی ہے۔

حاکم نے حضرت ابو ذرؓ سے نے روایت کی ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب بنو امیہ چالیس کی تعداد میں ہو جائیں گے تو اللہ کے بندوں کو اپنا غلام اور اللہ کے مال کو سرکاری بخشش اور کتاب اللہ کو فریب کا ذریعہ بنالیں گے۔

اور ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بنو حکم میرے منبر پر کود رہے ہیں جس طرح بندر کودتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ پھر نبی ﷺ اہستہ اہستہ ہونے اور کلفتہ نہیں دیکھے گے تا آنکہ آپ ﷺ ادنیاسے پر وہ فرما گئے۔

اور تہذیبی نے حضرت ابن السیبیؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ نبی

اکرم ﷺ نے بنو امیہ کو (خواب میں) اپنے منبر پر دیکھا تو آپ ﷺ کو یہ گوارا نہ ہوا تو آپ ﷺ کو وحی کی گئی کہ یہ تو شخص دنیا ہے جو ان کو دبی گئی ہے تو آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

(ق) بنو امیہ کے اقتدار کی طوالت کی خبر:

اور ترمذی اور حاکم اور تہذیبی نے حضرت حسنؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو امیہ کو دیکھا کہ ان میں کا ایک شخص آپ کے منبر پر آکر خطبہ دے رہا ہے تو آپ ﷺ کو اس سے رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْفُورَ (اے نبی۔ تجھے ہم نے خیر کثیر عطا کیا) اور نازل ہوئی اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي الْفَلَقِ الْقَدِيْبِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْفَلَقُ الْقَدِيْبِ اِنَّ الْفَلَقُ الْقَدِيْبَ عَذِيْبٌ مِنَ الْعَبْثِ هُوَ اس صعد میں یعنی ایک ہزار مہینہ میں اشارہ کیا کہ بنو امیہ اتنے زمانہ تک بادشاہی کریں گے کہا قاسم بن الفضل نے کہ پھر ہم نے بنو امیہ کی بادشاہی کا حساب کیا تو وہ ایک ہزار مہینے ثابت ہوئی۔ زیادہ ہوئی نہ کم۔

(د) دو فرقوں کے وجود کی خبر:

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے دو فرقوں کے وجود کی خبر دی ان میں سے ایک حضرت علیؓ مرتضیٰ کی شان کو بہت کم کرنے والا (گستاخ) ہو گا اور دوسرا بہت بڑھانے والا

حاکم نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور فرمایا کہ اے علیؓ تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ

مفارقت سے منع فرمایا تھا۔ حاکم نے حضرت ابو ذرؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے علیؑ جو مجھ سے الگ ہو او خدا سے الگ ہو گیا اور جو تجھ سے الگ ہو اے علیؑ وہ مجھ سے الگ ہو گا۔

اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمادے تھے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہرگز دونوں جدا نہ ہوں گے تا آنکہ دونوں حوض کوثر پر آکر مجھ سے ملیں گے۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ علیؑ پر رحمت کرے۔ اے اللہ حق کو اسی طرف لے جا جس طرف علیؑ جائے۔ رہا یہ کہ حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم (ان کی مخالفت کے بارے میں) خطا کرنے والے مگر معذور تھے اس اصول پر کہ "عن اجتہاد فقد اخطا فاعلم احد واحد" جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی تو وہ ایک اجر کا مستحق ہے۔" تو وہ اس اجرت سے (معذور ہیں) کہ انہوں نے شہ سے استدلال کیا اگرچہ اس سے زیادہ راجح دوسری دلیل بھی موجود تھی اور اس شہ کا موجب دو چیزیں ہوئیں ایک یہ کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کے لئے اس طرح خلافت منصفہ نہیں ہوئی (جس طرح سابق خلفاء کے لئے منعقد ہوئی تھی) کیونکہ اصحاب صل و عقید نے اجتہاد کے ساتھ اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے آپ سے بیعت نہیں کی تھی۔

مشابہت ہے۔ یہود نے ان سے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور ان سے نکلائی نے اس درجہ محبت کی کہ ان کو ایسے مرتبے تک میں پہنچا دیا جو ان کا نہیں تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا یاد رکھو کہ میرے بارے میں ایسا محبت کرنے والا جو مجھ میں مہالہ کے ساتھ ایسے اوصاف ثابت کرے جو مجھ میں نہیں ہیں اور ایسا بغض رکھنے والا مظہری جس کو میری عداوت اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے، دونوں ہلاک ہو جائیں گے۔ یاد رکھو کہ میں نبی نہیں ہوں اور نہ مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے، بس میں تو جس قدر قدرت رکھتا ہوں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت پر عمل کرتا ہوں۔ تو جس بات کا اللہ کی فرمانبرداری کے بارے میں تم کو حکم دوں وہ بات خواہ تم کو مرغوب ہو یا گراں ہو تو تم پر میری اطاعت ضروری ہے۔ اور جس معصیت کی بات کا میں تم کو حکم دوں یا کوئی دوسرا شخص ایسا کرے تو سمجھ لو کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت روا نہیں۔ طاعت صرف نیک کام میں ہونی چاہئے۔

۹۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت:

پھر جاننا چاہئے کہ ان حوادث میں سے ہر حادثہ کا حکم ان ہی احادیث کے الفاظ سے مستنبط ہو جاتا ہے اور علماء اہل سنت اسی حکم پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے خواہ ان کا ماخذ دوسرا ہو جو حکم کہ ان احادیث کے الفاظ سے بھی اخذ کیا جا رہا ہو۔

رضی یہ بات کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی خلافت منصفہ ہوئی یا نہیں، تو یہ اس بنا پر یقینی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (مسلمانوں کو) حضرت علیؑ مرتضیٰ کی

ابو بکر بن ابی شیبہ نے معمر بن سلیمان سے روایت کی ہے: انہوں نے اپنے والد سے، کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نضر نے روایت کی کہ ربیعہ نے مسجد بنی سلمہ میں حضرت طلحہؓ سے گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ ہم لوگ دشمن کے مقابلہ پر تھے کہ ہم کو اطلاع پہنچی کہ تم نے اس شخص (یعنی حضرت علیؓ) سے بیعت کر لی ہے، پھر تم اب اس سے قتال کرتے ہو یا جیسا کہ انہوں نے کہا۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میں تو پہلی کے پاٹ میں داخل کر دیا گیا تھا اور میری گردن پر تلوار رکھ دی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ بیعت کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ لہذا میں نے بیعت کی اور خوب سمجھ لیا کہ یہ بیعت گمراہی کی ہے۔ حتیٰ نے بیان کیا کہ ولید بن عبد الملک نے کہا کہ اہل عراق کے ایک منافق یعنی جلیہ بن حکیم نے زہیرؓ سے کہا کہ تو نے تو بیعت کر لی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ زہیرؓ نے کہا کہ میری گڈی پر تلوار رکھ دی گئی تھی اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ بیعت کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے تو میں نے بیعت کر لی۔

ابو بکر نے محمد بن بشر سے روایت کی: کہتے ہیں کہا کہ میں نے محمد بن عبد اللہ ابن الاصم سے سنا وہ اپنی دادی ام راشدہ سے بیان کرتے تھے، اُس نے کہا کہ میں حضرت ام ہانی کے پاس تھی کہ اُن کے پاس حضرت علیؓ آئے تو حضرت ام ہانی نے اُن کے لئے کھانا منگایا۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کیا بات ہے کہ میں تمہارے پاس برکت یعنی بکری نہیں دیکھتا۔ ام راشدہ کہتی ہیں کہ حضرت ام ہانی نے کہا سبحان اللہ اللہ کی قسم ہمارے پاس برکت موجود ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بکری مراد لے رہا ہوں ام راشدہ نے کہا کہ پھر وہ نیچے اتریں تو وہ دو آدمیوں سے ملیں اور سنا کہ اُن میں سے

ایک اپنے ساتھی سے یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے ہاتھوں نے تو بیعت کر لی ہے مگر ہمارے دلوں نے بیعت نہیں کی۔ ام راشدہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ یہ دو آدمی کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زہیرؓ ہیں ام ہانی نے کہا کہ میں نے تو اُن میں سے ایک کو دوسرے سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُس سے ہمارے ہاتھوں نے بیعت کی ہے مگر ہمارے دلوں نے بیعت نہیں کی تو حضرت علیؓ نے فرمایا

قَسَمْتُ لَكُمْ وَأَنَا نَهَيْتُكُمْ عَلَى تَقْبِيهِ وَعَنْ
أُولَىٰ بَعَا لِحَقِّهِ عَلَيْهِ اللَّهُ قَسَمْتُ لَكُمْ أَجْوَا
عَظِيمًا (۱۰: ۳۸)

پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) اللہ سے عہد کیا ہے تو عقرب اللہ اُس کو بڑا اجر دے گا۔

دوم یہ کہ انصاف برحق ہے اور حضرت علیؓ امر تصفیٰ قادر ہیں حضرت عثمانؓ ذی النورین کا قصاص لینے پر عمرؓ لیتے نہیں بلکہ اُس سے مانع ہیں۔ اور حضرت علیؓ امر تصفیٰ نے بھی اُن پر خطائے اجتہاد کی کا حکم دیا۔

۱۰۔ جنگ جمل میں شریک لوگوں کے بارے میں حضرت علیؓ کا موقف:

ابو بکر نے ابو انجرؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اہل جمل کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کہ کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ شرک سے بھاگتے ہیں۔ کہا گیا کہ کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ کہا کہ منافق

اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت کم۔ کہا گیا کہ پھر یہ لوگ کون ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی، اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ ہم مثل ان لوگوں کے ہو جائیں گے جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے

وَلَنَعْتَنَّا مَا فِي صُدُورِهِمْ بَيْنَ يَدَيْ لِحْزَانًا
یعنی اور جو کچھ ان کے دلوں میں غمنا تھا ہم اس کو دور کر دیں گے کہ سب بھائی

بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے۔ تختوں پر آسے سانسے بیٹھا کریں گے

[یہ آیت اہل جنت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کچھ کدورت وغیرہ ہوئی تو اسے نکال دیا جائے گا۔ اور وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر وہاں رہیں گے] یہ ایسی حدیث ہے جس کی متعدد سندیں ہیں ان میں سے بعض کو ابو بکر نے نقل کیا ہے۔ اور اگر فریق مخالف اس بات کو قبول نہ کرے اور ان کی رائے کو خطا و اجتہاد میں شمار نہ کرے بلکہ سینات میں ہی شمار کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا حُرًّا مِّنْ دِينِهِمْ
یعنی جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ان کو میری راہ میں تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان

(۱۹۵:۴)

لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے صہیرں جاری ہوں گی۔ یہ عوض اللہ کے پاس سے ملے گا۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جلوہ فرمایا اور کہا کہ تم جو چاہو کرو میں تمہاری مغفرت کر چکا ہوں۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن زیاد سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر نے کہا بیٹک ہماری ماں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے یہ سفر کیا اور وہ اللہ کی قسم محمد ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آزمائش میں ڈالا تاکہ وہ جان لے کہ ہم (زوجہ رسول اللہ اور ماں ہونے کی وجہ سے) اس کی اطاعت کرتے ہیں یا اللہ کی۔

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کو حراء پر تھے اور اس وقت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر بھی اُنکے ہمراہ تھے تو چمن نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساکن ہو تیرے اوپر یہی ناصدقین یا شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

اور ابو بکر نے ابو بصرہ سے روایت کی ہے کہتے ہیں: کہ ابو سعید کے پاس لوگوں نے حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کا ذکر کیا

تو ابو سعید نے کہا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے سوا بقیں اعمال بہت ہیں اور ان پر فتنہ آچڑھا تو انہوں نے اپنا معاملہ اللہ پر لوٹا دیا۔

پھر ان کے عزیزوں سے ایسے کلمات بھی منقول ہیں جو ان کی طرف سے اس راءے سے رجوع کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ ابو بکر نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: کہ میں آرزو کرتی ہوں کہ کاش میں ایک ہری بھری شاخ ہوتی اور اس سفر پر نہ نکلتی۔

اور متعدد داستانہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے دن حضرت زبیرؓ سے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب ہمارے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور میں تم سے سرگوشی کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کیا تو اس سے سرگوشی کر رہا ہے، واللہ یہ ایک دن تجھ سے ضرور قتال کرے گا اور یہ تجھ پر ظلم کرنے والا ہو گا۔ کہا کہ یہ بات سن کر حضرت زبیرؓ نے اپنی سواری کے منہ پر مارا اور لوٹ گئے۔ اس روایت کو ابو بکر وغیرہ نے نقل کیا ہے پھر ان کے میدان جنگ سے واپسی کے بعد ابن جریر نے ان کو قتل کر دیا۔

ابو بکر نے قیس سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ مروان بن الحکم نے جنگ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے گھنے پر تیر مارا تھا۔ تو اس سے خون نکل کر بہتا شروع ہو گیا، جب اس کو بند کرتے تھے تو بند ہو جاتا تھا اور جب اس کو چھوڑتے تھے تو بیٹے لگتا تھا۔ تو حضرت طلحہؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو، یہ تو ایسا تیر ہے جس کو اللہ نے بھیجا تھا، پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

اور حاکم نے ثور بن جزاق سے روایت کی کہ میں جنگ جمل میں حضرت طلحہؓ سے ان کے آخری وقت پر ملا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تو کن لوگوں میں سے ہے؟ میں نے کہا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے ہوں تو انہوں نے کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلا میں تجھ سے بیعت کرنا ہوں۔ تو میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اور انہوں نے مجھ سے بیعت کی اور ان کا دم نکل گیا۔ پھر میں نے حضرت علیؑ کے پاس جا کر ان کو اس کی خبر دی۔ تو آپ نے کہا اللہ اکبر رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ اللہ نے ناپسند کیا اس بات کو کہ طلحہؓ اس بات کے بغیر کہ میری بیعت اس کی گردن میں ہو جنت میں داخل ہو۔

۱۱۔ امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ:

رہا یہ کہ امیر معاویہؓ بھی اجتہادی غلطی پر تھے اور معذور تھے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شہ کے ساتھ دلیل پکڑے ہوئے تھے۔ ہر چند کہ دوسری دلیل جو میزان شریعت میں اس سے زیادہ وزن دار تھی ظاہر ہو گئی تھی جس طرح کی تقریر ہم اہل جمل کے قصہ میں کر چکے ہیں بعض اشکال کے اضافہ کے ساتھ۔ جو یہ ہیں کہ امیر معاویہؓ اور اہل شام نے بیعت نکالنے کی تھی اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ خلافت کی تکمیل خلیفہ کے تسلط اور اس کے حکم کے نفاذ پر موقوف ہے اور وہ حقیق نہیں ہو اسے۔ پھر حکیم (حکم بنانے) کے معاملہ نے اس شہ کو اور مستبوط کر دیا۔ اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ دعوہما واحدۃ یعنی دونوں جماعتوں کا دعویٰ ایک ہو گا۔

رہا یہ کہ اہل حرور (خوارج) باطل پر تھے اور علامات کفر یا فسق میں ملوث تھے تو وہ اس جہت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حرور والوں کے بارے میں احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں کہ "بمروقون من الدین مروق السہم من الریہ" وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح پتھر شکار کے جسم سے نکل جاتا ہے۔ اس کو سہل بن حنیف اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوسعید وغیر ہم نے روایت کیا ہے۔

۱۲۔ حضرت علیؑ کی مدد نہ کرنے والے صحابہ و تابعین کا حکم:

باقی رہا ایک مسئلہ جو نہایت دقیق ہے اور اس مسئلہ میں اکثر لوگوں کے قدم لغزش کھا گئے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی مدد سے پیچھے رہ جانے والے درست اجتہاد کرنے والے تھے یا اجتہادی غلطی پر تھے اور معذور تھے۔

بندہ کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ اکتشاف کرنے والے (یعنی مدد سے پیچھے رہ جانے والے) عزیمت پر (کار بند) تھے اور صریح احادیث سے جو صحیح اور متواتر یعنی ہیں دلیل پکڑے ہوئے تھے۔

ترمذی نے اہم مالک بجز یہ سے روایت کی ہے: کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا اور اس کے قریب الوقوع ہونے کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس میں سب سے بہتر کون ہو گا۔ فرمایا کہ ایسا شخص جو اپنی بکریوں وغیرہ میں (جنگل میں یکسو) ہے، اُن کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ اور ایسا شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے دشمن کو لگارتا ہے اور وہ اُس کو لگارتے ہیں۔

اسی طرح ترمذی نے ہر بن سعد سے روایت کی ہے: کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عثمان بن عفان کے فتنہ کے وقت کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عترتِ پیغمبر ایسا فتنہ اٹھنے والا ہے جس کے دور میں بیٹھا ہو اخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہو گا۔ اور کھڑا ہوا اچلنے والے سے بہتر ہو گا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ کہا کہ میں نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے کہ اگر کوئی میرے گھر میں داخل ہو جائے اور مجھ پر اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے بڑھائے؟ تو فرمایا کہ آدم کے بیٹے (باہل) کی طرح بن جانا۔ (اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے جو سورہ مائدہ میں مذکور ہے جب باہل نے باہل کو مارنا ہاتھ اترانے کا کہا تھا)

وَابْتَطَلَتْ لِيْ نَيْفًا لِّتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا
بِجَارِيْطٍ تَدْرِي الْبَيْتُ لَا تَكْتَلِكُ لِيْ اَعْمَافُ اللّٰه
تَبَّتْ الْعُلُوفُ وَنُفِسَاتُ الْاِنْسَانِ (۵:۲۸)

اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی کرے گا جب بھی میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں میں تو خدا سے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ کسی صورت میں مسلمان بھائی کے ساتھ لڑنا جائز نہیں ہے اور ترمذی نے عدیرہ بنت ابیہا بن مسعودی سے روایت کی ہے: کہتی ہیں کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب میرے والد کے پاس آئے اور ان کو دعوت دی کہ جنگ کے لئے ان کے ساتھ چلیں۔ تو میرے والد نے اُن سے کہا کہ میرے غنمیں اور آپ کے چچا کے بیٹے نے مجھ سے واضح طور پر فرمایا تھا کہ جب لوگ ایک دوسرے

کے خلاف ہو جائیں تو میں اپنی تلوار لکڑی کی بنالوں تو میں نے اس کو ایسا ہی بنا لیا ہے۔
تو اگر آپ چاہیں تو میں اس کو لے کر آپ کے ساتھ انھوں کو عید سے لے کر کہا کہ پھر
حضرت علیؑ نے ان کو چھوڑ دیا۔

اور ترمذی نے ابو موسیٰؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہ
آپ نے فتنہ کے بارے میں فرمایا کہ اس میں کوئی کام نہیں تو زینا اور اپنے چلے کاٹ
ڈالنا اور اپنے گھروں کے اندر بیٹھنا اختیار کر لینا اور آدم کے بیٹے کی طرح بن جانا۔

امام بخاری نے شقیق بن سلمہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں حضرت
ابو مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عمارؓ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
تو حضرت ابو مسعودؓ نے حضرت عمارؓ سے کہا کہ تمہارے ساتھیوں میں کوئی ایسا نہیں

کہ اگر میں چاہوں تو اس کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکوں سوائے تمہارے اور میں
نے تمہاری جانب سے جب سے تم نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی کوئی بات اپنے

نزدیک اس سے زیادہ معیوب نہیں دیکھی یعنی تمہارے اس امر (حضرت علیؑ کی
اداء) میں سرعت دکھانے کے سوا۔ تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے کہا اے ابو مسعودؓ

میں نے بھی تمہاری جانب سے اور نہ تمہارے اس ساتھی کی جانب سے جب سے تم
دونوں نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے اپنے نزدیک کوئی بات تمہارے اس امر
میں دیر کرنے سے زیادہ معیوب نہیں دیکھی۔ تو حضرت ابو مسعودؓ نے جو
صاحب وسعت تھے کہا کہ اے غلام دو جوڑے لے کر آ، پھر ان میں سے ایک تو

حضرت ابو موسیٰؓ کو دیا اور دوسرا حضرت عمارؓ کو اور کہا کہ تم دونوں یہ جوڑے پہن
کر جمعہ (کی نماز) کو جانا۔

امام بخاری نے حرمہ مولیٰ اسامہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ مجھے اسامہؓ
نے بھیجا حضرت علیؑ رضی اللہ عنہما کے پاس اور کہا کہ وہ یعنی حضرت علیؑ تجھ سے ابھی
پوچھیں گے اور کہیں گے کہ تیرا صاحب کہاں رہ گیا تو ان سے یہ کہنا کہ وہ آپ سے یہ

کہتا ہے کہ اگر آپ شیر کے کٹھے میں ہوں گے تو میں یقیناً اس بات کو پسند کروں گا کہ
اس میں میں آپ کا ساتھ دوں لیکن یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کو میں مناسب نہیں
سمجھتا۔ تو حضرت علیؑ نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ پھر میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ

اور حضرت ابن جعفرؓ کی طرف گیا تو انہوں نے میری سواری کو سامان سے لا دیا۔
ابویعلیٰ نے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں خوارج کی طرف حضرت
عبد اللہ بن خطابؓ کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ خوارج نے کہا کیا تو عبد اللہ بن خطاب

رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا بیٹا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کیا
تو نے اپنے والد سے کوئی حدیث سنی ہے جس کو تو رسول اللہ ﷺ سے روایت
کرے۔ انہوں نے کہا ہاں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے جو میرے سامنے رسول

اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر
کیا جس میں بیٹھے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے
سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ فرمایا پھر اگر تجھے وہ دور مل

جائے، تو تو عبد اللہ محتول بن جانا، اس کے راوی ایوبؓ کہتے ہیں کہ مجھے صرف یہ علم

ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ تو عبد اللہ کا قائل نہ بننا۔ انہوں نے کہا کہ کیا تو نے اس کو خود اپنے والد سے سنا کہ وہ اس کی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ ان کو نہر کے کنارے پر لے گئے اور ان کی گردن مار دی (شہید کر دیا) پھر انہیں پانی میں بہا دیا گیا کہ وہ کوئی جوتی کا تسمہ تھے۔ [ناہل الاش کو پانی میں پھینک دینے کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کے خون کی پروا نہ کی اور لاش کو جوتی کے تسمہ کی طرح پھینک دیا (اللہ اعلم)]

حاکم نے عمرو بن وابصر اسدی سے روایت کی ہے: انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ایسا فتنہ برپا ہو گا جس میں لینے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہو گا، اور بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا، اور چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا، اور سوار دوڑنے والے سے بہتر ہو گا، اور چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا، اور سوار دوڑنے والے سے بہتر ہو گا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کب ہو گا فرمایا ایسا ایام بروج (فتنہ و فساد) میں ہو گا جب کہ کوئی اپنے ہم نشین سے بھی مطمئن نہ ہو گا۔ میں نے کہا کہ پھر اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ اپنے نفس اور اپنے ہاتھ کو روک رکھنا اور اپنے گھر میں چلے جانا۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ بتائیے کہ اگر کوئی گھر میں گھس آئے تو فرمایا کہ تو گھر سے میں داخل ہو جانا۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر وہ گھر سے میں بھی داخل ہو جائے تو فرمایا کہ تو اپنی مسجد میں داخل ہو جانا اور ایسا کر لینا۔ اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو پونچھے پر سے

جو انگوٹھے کے نیچے ہے پکڑا فرمایا کہ اور کہنا ربی اللہ یعنی "میرا رب اللہ ہے" یہاں تک کہ تو اسی حال پر مر جائے۔

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو تم پر فتنے سایہ ڈال رہے ہیں گویا وہ اندھیری رات کے کھڑے ہیں، سب سے بہتر آدمی اس میں، یا کہا ان میں سے، بکری والا ہے جو اپنی بکری کی سری کھا کر ہی گذارا کر لے اور وہ ہے جو کسی پہاڑی درے کے پیچھے اپنے گھوڑے کی بھاگ پڑے ہوئے اپنی کھوار سے شکار کر کے کھائے [اور آبادی سے جو نقل فتنہ ہے دور رہے]

ایسی طرح حاکم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے اندھیری رات کے کھڑوں کی طرح بہت سے فتنے ہیں، جن میں یہ حال ہو گا کہ صبح کو آدمی مومن اٹھے گا اور شام کو کافر ہو گا اور شام کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر ہو گا۔ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ لوگوں نے کہا پھر کب ﷺ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے گھروں کی کھلیاں بن جانا (یعنی گھر سے باہر نہ نکلتا)۔

ایسی طرح حاکم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا در کھو عنقریب فتنہ اٹھنے والا ہے، پھر کھو لو ایسا فتنہ برپا ہو گا کہ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا، اور کھڑا

ہوئے والا اس کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ پھر جب وہ نازل ہو جائے تو یاد رکھو کہ جس کے پاس اونٹ ہوں اُس کو چاہئے کہ اپنے اونٹوں کے پاس پہنچ جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس پہنچ جائے اور جس کے پاس کوئی زمین ہو وہ اپنی زمین پر جانچے (ناکھاری کرے) تو آپ ﷺ سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بتائیے کہ اگر کسی کے پاس اونٹ نہ ہوں اور نہ بکریاں اور نہ زمین تو وہ کیا کرے۔ فرمایا اُس کو چاہئے کہ بچہ لاکر اپنی تلوار کو اس سے کوٹ ڈالے پھر چاہیے کہ بچہ نکلے اگر بچہ نکلنے کی قدرت رکھتا ہو (یعنی کہیں بھاگ جائے) پھر فرمایا کہ یا اللہ کیا میں نے بات پہنچا دی؟ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ بتائیے کہ اگر مجھ پر زبردستی کی جائے اور مجھے کسی ایک صف یا کسی ایک گروہ کی طرف لے جایا جائے پھر کوئی شخص مجھ پر تیر مارے یا تلوار مار کر مجھے قتل کر ڈالے تو؟ فرمایا کہ وہ اپنے گناہ اور تیرے گناہ کو لے کر لوٹے گا پھر اصحابِ نار میں سے ہو جائے گا۔ اس کو تین مرتبہ فرمایا۔

حاکم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایسا وقت واقع ہونے والا ہے جس میں بیٹھے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا، اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا اور دوڑنے والا سوار سے بہتر ہو گا۔ اور سوار تیز دوڑنے والے سے بہتر ہو گا (یعنی ہلکی رفتار والا سوار تیز دوڑانے والے سے) [

حاکم محمد بن مسلمہ سے نے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے والے آپس میں اختلاف کرنے لگیں تب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ اپنی تلوار لے کر حوہ (جو ایک سنگستان ہے) چلے جانا اور اس کو پتھر پر مارنا (تا کہ دھارتا رہے) پھر اپنے گھر میں بیٹھ رہنا یہاں تک کہ تم کو موت آجائے قضاے الہی کو پورا کرنے والی یا کوئی خطا کار ہاتھ تمہاری طرف بڑھے۔

۱۳۔ حضرت علیؑ کی امداد کا وجوب:

یہاں ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؑ مرتضیٰ خلیفہ برحق ہیں تو ان کی اعانت لازم ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے پیچھے ہٹنا کیونکر پسندیدہ شد اوندی ہو گا؟ تو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جان لیا تھا کہ حضرت علیؑ ہر چند کہ خلیفہ برحق ہیں مگر ان کی نصرت مقدر نہیں ہے اور غیب میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ان کے قبضہ سے کام باہر نکل جائے گا اور ان پر عام لوگوں کا اجتماع نہ ہو گا اور بلادِ اسلام میں ان کا حکم قطعاً نافذ نہ ہو گا لہذا لوگوں کو جنگ پر تیز کرنا فتنہ کے بڑھنے کا موجب ہو گا۔ خلیفہ برحق کی مدد اس صورت میں مطلوب ہوتی ہے جب کہ ان کے منصور و کامیاب ہونے کا امکان موجود نہ ہو۔ جب قطعی طور پر یہ معلوم ہو گیا ہو کہ ان کو نصرت فائدہ نہ بخشنے گی تو قوم کو لڑائی کی طرف دعوت دینے اور ان کو لڑائی کے لئے آمادہ کرنے سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اس کی نظیر واقعہ حوہ ہے [واقعہ ۶۳ھ میں فوج آیا جب یزیدی افواج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور پھر وہ ایک کروز مقام سے مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوئے اور اہل مدینہ کی تین دن تک خون ریزی

کرنے میں کامیاب ہو گئی جس میں کہ اہل مدینہ کی مظلومیت کھلے طور پر معلوم تھی اور ان کو مار ڈالنے والوں کا ظالم ہونا اچھی طرح ظاہر، مگر اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے قتال سے رکنے کا حکم فرمایا۔

حاکم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! میں نے کہا لیک یا رسول اللہ وسعد یک منکم ﷺ، فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو گا جب لوگوں پر بیوک کی ایسی مصیبت پڑے گی کہ تو اپنی مسجد میں آئے گا تو اپنی آرام گاہ تک لوٹنے کی بھی تجھ میں طاقت نہ ہو گی اور جب اپنے بستر پر ہو گا تو اتنی قوت بھی نہ ہو گی کہ اٹھ کر اپنی مسجد تک پہنچ جائے۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں (یا یہ کہا) کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے میرے لئے پسند کیا ہے۔ فرمایا کہ تجھے مانگنے سے بچنا ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ اے ابو ذر! میں نے کہا لیک یا رسول اللہ وسعد یک منکم ﷺ، فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو گا جب تو (مقام) اجماع اذیت کو دیکھے گا کہ وہ خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ کیا پسند کرتے ہیں۔ فرمایا کہ تو جن میں سے ہے اس سے جا مانا (یعنی اپنے قبیلہ والوں میں پلے پانا) یا یہ فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے اس سے مل جانا جس سے تو متعلق ہے۔ میں نے کہا کہ کیا میں اپنی کھوار سنبھال کر اپنے کا ندھے پر نہ رکھ لوں؟ فرمایا کہ پھر تو تو بھی شریک (قتل) ہو جائے گا میں نے کہا کہ پھر مجھے آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تجھے گھر میں رہنے کو لازم کر لینا چاہئے۔ میں نے کہا کہ یہ بتائیے کہ اگر کوئی گھر میں تھس کر میرے پاس آ پہنچا۔

فرمایا کہ اگر تجھے یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری کھپک تجھے مغلوب کر دے گی تو اپنی چادر اپنے منہ پر ڈال لینا۔ وہ (قتل کر کے) تیرا اور اپنا گناہ لے کر جائے گا۔

اور اگر کوئی معترض پلٹ کر یہ کہے کہ اگر ایسا ہے تو چاہئے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ اور ان کے اقارب کو بھی آپ ﷺ فرماتے اور قتال سے روکتے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے، حضرت علیؑ مرتضیٰ کے حق میں ایک دوسری ایسی وجہ پائی جاتی ہے جو قتال کے بارے میں ان کے سخت ہونے کو ضروری قرار دیتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ خلافت کا خلع نہ کریں (یعنی دستبردار نہ ہوں) اور اس کے قواعد کے مستحکم کرنے میں پوری پوری سعی و کام میں لائیں تاکہ قیامت کے دن خلفاء کے زمرے میں مبعوث ہوں۔

اس کی نظیر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے (کہ آپ نے حسب ارشاد جبرئیل ﷺ قتل ہونا گوارا کیا مگر خلافت سے دست برداری منظور نہ کی)۔ رہے آپ کے دشمن دار تو ان کے لئے ضروری تھا کہ حق قربت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور غلبہ برحق کی خدمت کا حق ادا کریں۔ اور حضرت عمار بن یاسر بھی چونکہ شدت کے ساتھ حضرت علیؑ کی صحبت اپنے اوپر لازم کئے ہوئے تھے اس لئے اقارب کے حکم میں داخل تھے۔

الحاصل حضرت علیؑ مرتضیٰ اور ان کے اقارب کے حق میں یہ منہ اقرب اہل الصواب ہے اور اس جماعت کے حق میں جو قربت نہیں رکھتے تھے وہ بات بھلائی سے قریب تر تھی

ع" ہر سخن وجتے وہر نکتہ مکانے وارد"

"یعنی ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہے"

پھر حضرت علیؑ مرتضیٰ سے جنگ جمل اور صفین سے پہلے اور ان دونوں فتالوں کے بعد ایسے اقوال مروی ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف اور متباہین ہیں۔ (بظاہر) حضرت علیؑ مرتضیٰ کی کتبائیت درجہ احتیاط و تقویٰ اور جانب مخالف کی دلیل کی قوت کا مظاہرہ اس کا سبب ہو گا۔

حاکم نے طارق بن شہابؒ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو (مقام کربذہ میں اونٹ کے ایک پرانے کباوے پر بیٹھا ہوا دیکھا اور وہ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے یہ کہہ رہے تھے کہ تم دونوں کو کیا ہو گیا کہ لڑکیوں کی طرح رو رہے ہو خدا کی قسم میں نے اس امر کو الٹ پلٹ کر خوب جانچ پڑتال کی تو میں نے بغیر اس کے کوئی پارہ نہ پایا کہ قوم سے قتال کر دیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اس کے ساتھ کفر کرو۔

اور متعدد داستانوں کے ساتھ حضرت حسنؑ بن علیؑ سے مروی ہے اور ابوصالح وغیرہ سے بھی کہ جنگ جمل کے دن حضرت علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر جاتا۔ اس کی بعض اسناد کو ابو بکرؓ اور حاکم نے روایت کیا۔

ابو بکرؓ نے حضرت عمارؓ سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ اگر وہ ہم کو اتنا مارتے کہ ہم کو بھر کی کالی زمین تک پہنچا دیتے تو پھر بھی ہم کو یہ یقین رہتا کہ ہم حق پر ہیں اور وہ مگر اتنی ہی۔

ابو بکرؓ نے سلیمان بن مهران سے روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے روایت کی جس نے حضرت علیؑ سے جنگ صفین میں سنا تھا اور وہ اپنے ہونٹ چہرے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ صورت حال اس طرح ہو جائے گی تو میں (جنگ کیلئے) نہ نکلتا جاوے ابو موسیٰٰ فیصلہ کر (یعنی حکم بن کر) خواہ وہ میری گردن کاٹنے کا ہو۔

ابو بکرؓ نے شعبی سے روایت کی ہے: انہوں نے حادثہ سے کہا کہ جب حضرت علیؑ صفین سے پہلے واپس ہوئے تو انہوں نے جان لیا تھا کہ وہ کبھی بادشاہ نہ بن سکیں گے (یعنی است ان پر جتن نہ ہوگی) تو وہ ایسی باتیں کہنے لگے تھے جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے اور ایسی حد نہیں بیان کرنے لگے تھے جن کو پہلے بیان نہیں کیا کرتے تھے۔ تو جو باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! معاویہؓ کی امارت سے کراہت نہ کرو۔ واللہ اگر تم نے اس کو تم کو گم کر دیا تو تم لوگوں کے سروں کو حنظل کی طرح اُن کے کندھوں سے اچھٹے ہوئے دیکھو گے۔

تتمت

تبصرہ

ان تمام روایات سے درج ذیل امور ثابت اور واضح ہوتے ہیں:

- ۱۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت پر صحابہ کرام کی اکثریت نے اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا حضرت علیؑ کی خلافت برحق ہے۔
- ۲۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کا موقف درست ان کے مخالفین غلطی پر تھے۔ لیکن چونکہ ان سے اجتہادی غلطی واقع ہوئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں.... قابل معافی ہے۔
- امام اہلحدیث حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب نے بجا فرمایا ہے:

”خلافت نے حضرت علیؑ کو نہیں بلکہ حضرت علیؑ نے خلافت کو زینت بخشی“

سو حضرت علیؑ کی خلافت اور ان سے محبت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی واضح احادیث موجود ہیں۔ اور وہ اس درجہ اور اس معیار کی ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں ہے۔ جن میں سے کچھ احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ کچھ احادیث میں ان کو حق پر قرار دیا ہے اور ان کا ساتھ دینے کا حکم دیا۔ اور بعض احادیث میں ان سے دشمنی اور عداوت رکھنے اور ان کی مخالفت سے بچنے کا حکم دیا۔ اور ان کی دشمنی کو خود آنحضرت ﷺ سے دشمنی قرار دیا ہے۔

۳۔ حضرت علیؑ کی ”ولایت“ کے بارے میں روایات بہت ہی مستند اور ثقہ طریقے سے منقول ہوئی ہیں۔ (مشائخ) جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا

ہے۔ ولایت کے لئے جو تاویل بھی کر لی جائے اس میں حکومت و اقتدار کا مفہوم بھی شامل ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کی حضرت عثمانؓ کے بعد منصف ہونے والی خلافت کے متعلق کسی شک یا شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی شہادت کے موقع پر جو چہر رکھی مہم بنائی تھی اور جس کے ذمہ آئندہ خلیفہ کی تقرری یا نامزدگی کا اختیار لگا دیا تھا۔ اس میں موجود تمام ارکان نے اپنی اپنی خلافت سے دست برداری پر اتفاق کر لیا تھا اور صرف دو امیدوار باقی رہ گئے تھے یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مشورے کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ لہذا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد از خود حضرت علیؑ امر تقضی کے لیے خلافت کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کی خلافت مسلم ہے۔

۶۔ تمام آئمہ اہلسنت والجماعت نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اتفاق اور اجماع کیا ہے اور کسی بھی معتبر عالم دین اور امام سے ان کی مخالفت ثابت نہیں۔ جبکہ اہل تشیع تو انہیں خلیفہ بلا منسل نامننے ہیں، لہذا ان کی خلافت پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

۷۔ اپنے فضائل و مناقب اسلام اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی پیش قدمی، علوم اسلامیہ کے تمام شعبوں پر ان کی مہارت و تبحر، ذاتی طور پر تمام صفات حسنہ کی جامعیت وغیرہ سے بھی ان کا خلافت کے لیے استحقاق ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے زمانے میں ان صفات و مناقب میں کوئی ان کا بدرمقابل نہ تھا۔ اس

لیے بھی حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کاش امت اُن کے زمانے میں اُن کی خلافت پر اتفاق کر لیتی۔

AF-1361

ہم نہیں ہوں گے

نہا آباد رکھے بزم یاران ہم نہیں ہوں گے
بزاواں ہم نہیں ہو گئے بھراں ہم نہیں ہوں گے

بہلے سے بعد یاران طریقت کس کو دیکھیں گے
ہست ہوگا مجھ بادۂ خواراں ہم نہیں ہوں گے

ظہور ہندی آفرزاں کا وقت آچھنچا
جہاں پر چھانے گا اُبر باراں ہم نہیں ہوں گے

زین اپنے نزلے ڈال دے گی اُس کے قدموں میں
جب آئے گا وہ دنگتہا بعداراں ہم نہیں ہوں گے

ظلم لہرائیں گے اللہ اکبر کی صداؤں میں
بُھے جائیں گے میں شہزاداں ہم نہیں ہوں گے

نزل حضرت مہینگی بھی ہوگا، لوگ دیکھیں گے
جب ہوگا شکوہ پاسداں ہم نہیں ہوں گے

جو کس دنیا میں آیا ہے وہ چلنے ہی کو آیا ہے

لفٹیں اب حشر تک ہے بھر یاران ہم نہیں ہوں گے

یہ کام حضرت شمس شاہ صاحب نے ۱۳۳۵ء میں تحریر فرمایا اور اب پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے

حکام شاہ شمس العینی احقر رضوان نقی

اِنَّمَا قُرْآنُكَ اشْتَجَانِيْنَ اَسْتَدْنِيْكَ يَا غَالِبِيْنَ

حضرت علی بن ابی طالب

فضائل مناقب اقوال کرامات خصائل مبارکہ
از آلہ الحقاء عن خلافة الخلفاء کما یخبر فی باب

تصنیف طلیقہ

حضرت مولی المومنین مولی السالمین

بسی و اعتماد

معدیہ تعلیق و تصحیح

میاں ضوان نقوی

ڈاکٹر محمود حسن عارف

حضرت علی بن ابی طالب

حضرت مولی المومنین مولی السالمین

شیخ الاسلام



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَحْسَبُ اَنَّيْ بِيْ اَمْتِيْ اَبْنِ بَكْرِ
وَأَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عَسْرُ
وَ اَحْيَاهُمْ عُمَانُ وَ اَفْضَاهُمْ عِيَالُ
وَسَيِّدُ اَشْبَابِ الْجَنَّةِ الْحَسَنِ الْمُسْتَسِينُ
وَسَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطِمَةُ
وَسَيِّدُ الشُّهَدَاءِ اَحْمَدُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

پہلو عربیہ ترجمہ فارسی سے
مترجم مولانا محمد رفیع

شہادہ نقیبیہ کا دی



۲۵/۱۱/۱۱ مسعدی پارک، حرم گاہ، لاہور۔

0300-4183709

شہادہ نقیبیہ کا دی



طوبی ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفر نامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com